ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

ستمبر ۲۰۱۶ء
ذوالحجہ ۱۴۳۷ھ
9

7 ستمبر یوم ختم نبوت

توحید و ختم نبوت کے عَلم بردارو! ایک ہو جاؤ (سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ)

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں سمیت تمام غیر مسلموں کو دعوت اسلام دینے کے لیے داعیان الی اللہ کی تیاری

دورہ تربیت المبلغین

زیر سرپرستی

قائد احرار، ابنِ امیر شریعت

حضرت پیرجی

سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

پروگرام ان شاء اللہ تعالیٰ

پہلا سیشن

26/ستمبر 2016ء مطابق 23/ذوالحجہ 1437ھ

تا

27/اکتوبر 2016ء مطابق 25/محرم 1438ھ

بمقام: ایوان احرار، 69-سی

نیو مسلم ٹاؤن، کرم آباد سٹاپ، وحدت روڈ لاہور

تحفظ ختم نبوت کی اہمیت اور عظمت کے پیش نظر ایسے داعیان الی اللہ کو تیار کرنا ہمارا مقصد ہے کہ جو

☆ اسلامی روایت اور اپنی تہذیب سے وابستہ ہونے کے ساتھ ساتھ قادیانی نظام کو گہرائی سے سمجھتے ہوں اور بھولے بھالے مسلمانوں کو ان سے بچانے کے لیے اور عوام کو قادیانیت کی حقیقت سے باخبر کرنے کی عمدہ صلاحیت رکھتے ہوں۔

☆ آج کے عہد کا شعور رکھتے ہوئے اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی روشنی میں دعوت اسلام کا فریضہ اعلیٰ اخلاق، اسلوب دعوت اور مؤثر طریقۂ کار کے ساتھ انجام دیں۔

☆ تقویٰ، سچائی، نظم و ضبط، انسانیت کی محبت، صبر و تحمل اور بردباری کے اعلیٰ اوصاف کے ساتھ دعوت کے میدان میں جہد آزما ہوں۔

☆ اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق انسانیت کے لیے احساس، نرمی اور ہمدردی کا رویہ رکھتے ہوئے دعوت الی اللہ کا کام کریں۔

خصوصیات

☆ قادیانیوں سمیت تمام غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت کا عملی طریقہ کار۔

☆ آیات ختم نبوت کی تفسیر، احادیث ختم نبوت کی تشریح۔

☆ تاریخ منکرین ختم نبوت اور تاریخ قادیانیت سے مکمل آگاہی۔

☆ اسلام، امتِ مسلمہ اور وطن عزیز پاکستان کے خلاف قادیانی سازشوں سے آگاہی۔

☆ تحریر و تقریر، مکالمہ و مباحثہ کی تیاری اور عملی مشق۔

☆ شرکاء کا قیام و طعام اور معقول وظیفہ بذمہ ادارہ ہوگا۔

دار المبلغین کا قیام

جس میں ماہرفن اور جید علماء کی زیرِ نگرانی عقائد و سیرت تحفظ ختم نبوت اور ردِ قادیانیت کے موضوعات پر رفقائے فکر کی اعلیٰ تربیت اور علمی و عملی تحقیق کا ماحول پیدا کیا جائے گا

جید علماء کرام، مذہبی سکالرز اور سابق قادیانی ماہرین کی ٹیم جدید ترین سمعی بصری ذرائع ابلاغ کے ساتھ داعیان کی تیاری کروائیں گے۔

برائے رابطہ محمد آصف: 0300-9522878

منجانب: شعبہ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 27 شمارہ 9 | ستمبر 1437ھ / ذوالحجہ 2016ء

Regd.M.NO.32

تشکیل

دل کی بات: پاکستان زندہ باد	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرہ: 7 ستمبر یوم ختم نبوت	عبداللطیف خالد چیمہ	4
افکار: حکومت کا اختیار اور قادیانی!	اشرف قریشی	6
〃 یوم آزادی اور سیاسی فضا	پروفیسر خالد شبیر احمد	10
〃 حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ	محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان	12
دین و دانش: اسلام کا نظام دعوت و تبلیغ	چودھری افضل حق رحمہ اللہ	16
〃 قربانی کے مسائل	ڈاکٹر مفتی عبدالواحد	21
〃 سیرت و سوانح، امیر المومنین، خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ سلام اللہ ورضوانہ علیہ (آخری قسط)	سید ابومعاویہ ابوذر حسنی بخاری رحمہ اللہ	27
〃 احادیث نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط: 5)	حافظ عبید اللہ	36
ادب: حمد	سید تابش الوری	44
〃 غزل	پروفیسر خالد شبیر احمد	45
〃 عشق کے قیدی (ناول) (قسط نمبر1)	ظفر جی	46
اخبار الاحرار: سید محمد کفیل بخاری کا دورۂ خیبر پختونخوا کاروان احرار..... منزل بہ منزل	تنویر الحسن احرار	52
ترحیم: مسافران آخرت	ادارہ	61

فیضانِ نظر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

جانشین امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید صبیح الحسن ہمدانی

sabeeh.hamdani@gmail.com

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

تزئین: محمد نعمان سنجرانی

محمد مزمل حمید

سرکولیشن منیجر: محمد یوسف شاد

0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک —— 200/- روپے

بیرون ملک —— 4000/- روپے

فی شمارہ —— 20/- روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 100-5278-1

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم،ای،اے چوک ملتان

رابطہ

دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

www.ahrar.org.pk

www.alakhir.com

majlisahrar@hotmail.com

majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوت شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

پاکستان زندہ باد

سید محمد کفیل بخاری

ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے 22/ اگست کو لندن سے اپنے ایک ٹیلیفونک ویڈیو خطاب میں کہا کہ:

’’پاکستان، ساری دنیا کے لیے ایک ناسور ہے

پاکستان، دنیا کے لیے ایک عذاب ہے

پاکستان، ساری دنیا کے لیے دہشت گردی کا ایک سینٹر ہے

اس کا خاتمہ عین عبادت ہوگا

کاہے کو پاکستان کو زندہ باد

پاکستان مردہ باد‘‘

تین عشرے قبل ایم کیو ایم کی بنیاد رکھی گئی، پارٹی کی بنیاد مہاجر اور غیر مہاجر کے تعصب کی بنیاد پر استوار ہوئی، یعنی ’’مہاجر قومی موومنٹ‘‘۔ اس تنظیم نے اپنی متشددانہ پالیسیوں اور سرگرمیوں سے کراچی کا امن تباہ کیا۔ ’’گسٹاپو‘‘ کی طرز پر دہشت گردی کو فروغ دیا۔ جس کے نتیجے میں سیکڑوں بے گناہ افراد قتل ہوئے۔ ریاست کی رٹ ناکام ہوئی، بھتہ خوری، جگا ٹیکس اور ٹارگٹ کلنگ عروج پر پہنچ گئی، ہر شخص اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرنے لگا۔ کچھ دنوں کے لیے جنرل نصیر اللہ بابر مرحوم نے شکنجہ سخت کیا تو حب الوطنی یاد آ گئی۔ مہاجر سے ’’متحدہ قومی موومنٹ‘‘ بنی اور قومی سیاسی دھارے میں شامل ہونے کا اعلان کیا۔ لیکن پالیسی اور سرگرمیوں میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ ٹارگٹ کلنگ کو محبوب مشغلے کے طور پر اپنایا گیا اور ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والی شخصیات کو نشانہ بنایا گیا۔ مدیر تکبیر صلاح الدین، حکیم محمد سعید، مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا حبیب اللہ مختار، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مفتی محمد جمیل، مولانا سعید احمد جلال پوری رحمہم اللہ اور درجنوں ایسی بے ضرر اور محبّ وطن شخصیتوں کو شہید کیا گیا جن کا وجود سراپا شفقت و رحمت اور قومی اتحاد کی علامت تھا۔ اُن کا قصور صرف اور صرف یہ تھا کہ وہ اسلام اور پاکستان کے وفادار تھے۔

الطاف حسین کی حالیہ یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی، شرافت، غیرت وحمیت اور حب الوطنی کے خلاف بغاوت کی آخری حد کو پار کرنے کے مترادف ہے۔ درج بالا غلیظ و متعفن تقریر کے دوران مسٹر الطاف حسین نے سامعین سے خاکم بدہن ’’پاکستان مردہ باد‘‘ کے نعرے بھی لگوائے۔ تقریر کے نتیجے میں ایم کیو ایم کے مشتعل کارکنوں نے الیکٹرانک میڈیا کے دفاتر پر حملے کیے اور جلاؤ گھیراؤ کا مظاہرہ کرتے ہوئے املاک کو شدید نقصان پہنچایا۔

اگلے روز ایم کیو ایم کے رہنما فاروق ستار، خواجہ اظہار، عامر خان، عامر لیاقت اور درجنوں کارکنوں کو رینجرز نے گرفتار کر لیا۔ شام تک اپنی حیثیت معلوم ہوگئی اور صبح کی پریس کانفرنس میں فاروق ستار اور ان کے ساتھیوں نے لندن آفس سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا۔ رینجرز اور دیگر سیکورٹی اداروں نے کومبنگ آپریشن کے ذریعے نائن زیرو سمیت ۲۱۶ دفاتر سیل کر دیے ہیں۔ ۲۰ سیکٹر اور یونٹ دفاتر مسمار کر دیے ہیں کہ یہ سرکاری زمین پر ناجائز قبضہ کر کے بنائے گئے تھے۔ حیدر آباد اور سکھر تک آپریشن جاری ہے۔ کراچی کی شاہراہوں اور چوکوں سے الطاف حسین کی تصاویر ہٹا دی گئی ہیں۔ ایم کیو ایم لندن کے ۵ کارندے اور میڈیا ہاؤسز حملے میں ملوث دو خواتین سمیت درجنوں تخریب کار گرفتار کر لیے گئے ہیں۔

فاروق ستار کا کہنا ہے کہ اب ایم کیو ایم کا الطاف حسین سے کوئی تعلق نہیں۔ پارٹی میرے نام رجسٹرڈ ہے اور اب فیصلے لندن نہیں پاکستان میں کریں گے۔ سرکاری زمین پر قائم ہمارے دفاتر کا ہمیں بتایا جائے تو میئر کراچی خود گرانے کا حکم دیں گے۔ گزشتہ تیس برسوں سے انھیں بتایا جا رہا ہے لیکن بات انھیں اب سمجھ آئی ہے۔ باوثوق ذرائع کا کہنا ہے کہ فاروق ستار نے بہ ظاہر الطاف حسین سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے لیکن اسٹیبلشمنٹ کو ابھی مکمل اعتماد و اطمینان حاصل نہیں ہوا، ''ڈومور'' کے تحت مزید فیصلے ہوں گے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے بجا کہا کہ ایم کیو ایم کا ریموٹ کنٹرول فاروق ستار کے پاس نہیں وقت بتائے گا کہ کس کے ہاتھ میں ہے۔

الطاف حسین نے پاکستان کو گالی دے کر خود کو گالی دی ہے۔ اپنی اور اپنی جماعت کے لیے قبر کھودی ہے۔ پاکستان کے کسی شہری کے دل میں ان کے لیے کوئی احترام باقی نہیں رہا۔ وہ پہلے بھی مسلسل ایسی ہفوات بکتے رہے اور ہر بار معافی مانگتے رہے، اس بار بھی معافی مانگ لی لیکن اب معافی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ البتہ مولانا فضل الرحمٰن اور دیگر سیاسی رہنماؤں کی یہ بات سو فیصد درست ہے کہ پارٹی پر پابندی نہیں لگنی چاہیے۔ ملک کے غداروں کو سزا ملنی چاہیے۔ ایم کیو ایم کا ہر کارکن الطاف حسین نہیں اور اس کے وطن دشمن خیالات سے متفق بھی نہیں۔ اسے عوامی مینڈیٹ بھی حاصل ہے لہٰذا ایم کیو ایم کو قومی سیاسی دھارے میں رہتے ہوئے ملک کے لیے خدمت کرنے سے نہیں روکنا چاہیے۔ حکومت کو اپنی رٹ قائم کرنے قانون کی عمل داری اور عوام کے جان و مال کے تحفظ کے لیے سخت اقدامات کرنے چاہئیں۔ بے گناہ عوام اور رہنماؤں کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانا چاہیے۔ عمران فاروق قتل کیس کو جلد مکمل کرنا چاہیے تا کہ ملک کے غدار اور عوام کے قاتل بے نقاب ہوں اور آئندہ کسی کو بغاوت و غداری کی جرات و ہمت نہ ہو۔ پاکستان لاکھوں انسانوں کی قربانیوں کے نتیجے میں قائم ہوا۔ شہداء پاکستان کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ پاکستان قائم رہنے کے لیے بنا اور ان شاء اللہ قائم رہے گا۔ وطن کی محبت ہمارا ایمان ہے، یہاں غداروں کی کوئی گنجائش نہیں۔ پاکستان کے خلاف ہونے والی اندرونی و بیرونی سازشوں کو قومی اتحاد اور جذبۂ حب الوطنی سے ناکام بنا دیا جائے گا۔ پاکستان زندہ باد، پاکستان پائندہ باد۔

7 ستمبر، یوم ختم نبوت

عبداللطیف خالد چیمہ

آج سے ۴۲ سال قبل ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دورِ اقتدار میں پارلیمنٹ میں لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا قومی اسمبلی میں اس بحث کو ۱۳ ؍دن لگے اور لاہوری وقادیانی دونوں گروپوں کو اپنا اپنا موقف پیش کرنے کے لیے پورا موقع دیا گیا۔ لیکن امت مسلمہ کے موقف کے مقابلے میں مرزائی اپنا مقدمہ ہار گئے اور یوں متفقہ طور پر آئینی ترمیم کے بعد یہ مسئلہ مستقل بنیادوں پر حل کر دیا گیا۔ بھٹو مرحوم نے اس قرارداد کی منظوری کے بعد ایوان میں ۲۷ منٹ کی جو تقریر کی اس میں کہا کہ:

جناب اسپیکر!

''میں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے تو اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لیے اس بات پر زور دے رہا ہوں۔ ہم نے اس مسئلہ پر ایوان کے تمام ممبروں سے تفصیلی طور پر تبادلۂ خیال کیا ہے، جن میں تمام پارٹیوں کے اور ہر طبقۂ خیال کے نمائندے موجود تھے۔ آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے، یہ ایک قومی فیصلہ ہے، یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ فقط حکومت ہی اس فیصلہ کی تحسین کی مستحق قرار پائے۔ اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی ایک فرد اس فیصلہ کی تعریف وتحسین کا حقدار بنے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ یہ مشکل فیصلہ، بلکہ میری ناچیز رائے میں کئی پہلوؤں سے بہت ہی مشکل فیصلہ، جمہوری اداروں اور جمہوری حکومت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا تھا۔

یہ ایک پرانا مسئلہ ہے۔ نوے سال پرانا مسئلہ ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ اس سے ہمارے معاشرے میں تلخیاں اور تفرقے پیدا ہوئے لیکن آج کے دن تک اس مسئلہ کا کوئی حل تلاش نہیں کیا جا سکا۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ ماضی میں بھی پیدا ہوا تھا۔ ایک بار نہیں، بلکہ کئی بار، ہمیں بتایا گیا کہ ماضی میں اس مسئلہ پر جس طرح قابو پایا گیا تھا۔ اسی طرح اب کی بار بھی ویسے ہی اقدامات سے اس پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے اس سے پہلے کیا کچھ کیا گیا، لیکن مجھے معلوم ہے کہ ۱۹۵۳ء میں کیا گیا تھا۔ ۱۹۵۳ء میں اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے وحشیانہ طور پر طاقت کا استعمال کیا گیا تھا جو اس مسئلہ کے حل کے لیے نہیں، بلکہ اس مسئلہ کو دبا دینے کے لیے تھا کسی مسئلہ کو دبا دینے سے اس کا حل نہیں نکلتا۔ اگر کچھ صاحبان عقل وفہم حکومت کو یہ مشورہ دیتے کہ عوام پر

تشدد کر کے اس مسئلہ کو حل کیا جائے، اور عوام کے جذبات اور ان کی خواہشات کو کچل دیا جائے، تو شاید اس صورت میں ایک عارضی حل نکل آتا، لیکن یہ مسئلہ کا صحیح اور درست حل نہ ہوتا۔ مسئلہ دب تو جاتا، اور پس منظر میں چلا جاتا، لیکن یہ مسئلہ ختم نہ ہوتا''۔ (اقتباس از تقریر بھٹو مرحوم)

حکمرانوں، سیاستدانوں، خصوصاً پیپلز پارٹی کی قیادت اور بھٹو اور زرداری خاندان کو پیپلز پارٹی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو کی ریکارڈ میں موجود اس پوری تقریر کو غور سے پڑھنے کی ضرورت ہے۔ یہ لوگ بھٹو مرحوم کی سیاسی کمائی تو کھا رہے ہیں لیکن بھٹو کے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب ختم نبوت کے تحفظ کے لیے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے تاریخی وسنہری کارنامے کو نظر انداز کر کے ہمارے خیال میں بھٹو کی روح کو تکلیف پہنچا رہے ہیں اور ان کے خیالات سے روگردانی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

آئین میں ترمیم کے بعد اس ساتویں غیر مسلم اقلیت نے اس فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، شعائر اسلامی اور اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے مرزائیوں کو روکنے کے لیے ۲۶ر اپریل ۱۹۸۴ء کو صدر محمد ضیاء الحق مرحوم نے امتناع قادیانیت ایکٹ جاری کیا، لیکن عملاً صورتحال یہ ہے کہ مرزائی اپنی متعینہ آئینی وقانونی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے اور اپنے کفر کو اسلام کے نام پر پیش کر رہے ہیں، ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ تحریک ختم نبوت کی جماعتیں اس کی اصل وجوہ پر توجہ دیں اور آئینی جدوجہد کے ذریعے اپنا کیس عالمی سطح پر اٹھائیں۔ ۷ر ستمبر (یوم ختم نبوت) اور یکم تا دس ستمبر عشرۂ ختم نبوت کے موقع پر ہمیں ''عقیدۂ ختم نبوت اور پارلیمنٹ کے فیصلے'' کے حوالے سے اچھے اور دعوتی اسلوب میں اپنی بات ذرائع ابلاغ کے ذریعے آگے بڑھانی چاہیے۔ اللہ نے کرم فرمایا، جس قومی اسمبلی میں قرار دادِ اقلیت متفقہ طور پر منظور ہوئی تھی اسی قومی اسمبلی کے موجودہ ڈپٹی سپیکر جناب مرتضیٰ جاوید عباسی جو اتفاق سے گزشتہ ۷ر ستمبر ۲۰۱۵ء کے موقع پر قائم مقام سپیکر اسمبلی تھے نے پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد کی مسجد میں منعقدہ یوم ختم نبوت کی مبارک تقریب میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ ''آئندہ سال سے پارلیمنٹ ہاؤس میں باقاعدہ طور پر یوم ختم نبوت منایا جائے گا'' اس موقع پر ہم نے اس بابت یاد دہانی کے لیے انھیں خط بھی لکھا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کریں گے۔

ماتحت احرار شاخوں اور احرار ساتھیوں کو ان سطور کے ذریعے ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اجتماعات، سیمینارز اور اجلاسوں کے ذریعے 7ر ستمبر کو عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد کے ساتھ اپنی بے لچک وابستگی کا منظم اظہار کریں، اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کی کھل کر نشاندہی کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین یارب العالمین!

حکومت کا اختیار اور قادیانی!

اشرف قریشی

حکومت کسی کو کیسے مسلم یا کافر قرار دے سکتی ہے؟ اس سوال کے دو پہلو ہو سکتے ہیں شائد یہ کہ کسی حکومت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے۔ یا یہ کہ حکومت کسی فرد کے ایمان اور کفر جو اس کا نجی معاملہ ہے اس کا فیصلہ کیسے کر سکتی ہے؟ پہلے پہلو کے مطابق ہر ملک کی حکومت خود مختار ہوتی ہے اور وہ اپنی حدود کے اندر جو چاہے فیصلہ کر سکتی ہے۔ اسے یہ اختیار اس کا آئین اور اس کی پارلیمنٹ دیتی ہے۔ کچھ حکومتیں جو مکمل خود مختار نہیں ہوتیں وہ بعض معاملات میں فیصلے نہیں کر سکتیں اس کا تعین بھی پہلے سے اس حکومت اور مملکت کے آئین میں موجود ہوتا ہے۔ خود پاکستان کی حکومت کو آئین اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ اسلام کی حدود و قیود کے اندر رہ کر ہی قانون سازی کر سکتی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں ایسے فیصلے کر سکتی ہے جو اسلام اور اسلامی حدود و قیود اور قوانین سے متصادم نہ ہوں۔ رہا یہ کہ کوئی قانون اسلام سے متصادم ہے یا نہیں اس کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ جیسے ادارے موجود ہیں جو اس بات کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے یہ تو طے شدہ ہے کہ دنیا کی کسی بھی مملکت اور اس کی حکومت کی طرح پاکستان کی مملکت اور حکومت بھی ہر فیصلہ کرنے میں کلّی طور پر آزاد ہے ماسوائے ایسے فیصلوں کے جو اسلام سے متصادم ہوں۔ اب اگر کوئی سمجھتا ہے کہ قادیانیوں کو کافر یا غیر مسلم قرار دینا خلاف اسلام ہے تو اسے کسی ٹی وی پر زورِ خطابت دکھانے کی بجائے ان اداروں سے رجوع کرنا چاہیے۔ لیکن اگر اسے یہ غلط فہمی ہے کہ پاکستان کی پارلیمنٹ نے جو فیصلہ کیا اسے اس کا اختیار نہیں تھا تو ایسے شخص کی عقل و دانش پر سوائے افسوس کے کچھ نہیں کیا جا سکتا۔

سوال کے دوسرے پہلو کے حوالے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایمان، کفر وغیرہ فرد کے ذاتی اور نجی معاملات ہیں اس لئے حکومت کو ان میں دخل دینے کا اختیار نہیں ہے۔ دنیا میں دو طرح کے خیالات عام ہیں۔ ایک طرح کے لوگ سمجھتے ہیں کہ حکومت کو عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ہر معاملے میں دخل دینے کا اختیار حاصل ہے۔ سوشلسٹ، کمیونسٹ معاشروں میں حکومت کو عوام کے جملہ امور پر مکمل کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے برعکس جیسے امریکہ کے ری پبلیکنز میں ایک طبقہ جو لبرل کہلاتا ہے ان کا نقطہ نظر یہ ہے، کہ حکومت کو فرد کے معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔ اس نظریئے کے تحت وہ لوگوں پر ٹیکس عائد کرنے اشیائے ضروریہ کی قیمتیں مقرر کرنے اور بہت سے دوسرے معاملات کو حکومت کے اختیارات سے باہر سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود دنیا کی ہر حکومت اپنے شہریوں کے

نجی معاملات کو طے کرتی ہے، اور فیصلے کرتی ہے۔ اس سلسلے میں قانون سازی بھی کرتی ہے۔ مثلاً ازواج دو افراد کا نہایت ذاتی معاملہ ہے۔ لیکن کسی کے میاں بیوی ہونے کا فیصلہ حکومت کے بنائے گئے قوانین کے تحت ہی طے ہوتا ہے۔ عیسائیت اور ہندومت میں طلاق نہیں ہے لیکن حکومتوں نے یہ قانون بنا رکھے ہیں اور وہ قانون کے تحت کسی عورت مرد میں علیحدگی کا فیصلہ صادر کرتی رہتی ہیں۔ ہم جنسوں کو اپنی شادیوں کے لئے حکومت کے قوانین کی ضرورت اسی لئے پیش آئی کہ یہ نہایت نجی معاملہ حکومتی قانون سے طے ہوتا ہے۔

ایمان اور کفر دل کا معاملہ ہے لیکن اس کے بھی کچھ ظاہری آثار ہیں۔ ایک شخص بت کے سامنے سجدہ ریز ہو کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ مسلمان ہے۔ اس کے قول اور فعل کو مدنظر رکھ کر طے کیا جاتا ہے کہ وہ کیا ہے اور پھر اس سے اسی کے مطابق سلوک کیا جاتا ہے۔ مسلمان ہونے کے لئے متفقہ طور پر طے شدہ ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی رسول کی آمد کا تصور نہ رکھتا ہو۔ اب اگر دھوکا دینے کے لئے ایک طرف ایک قادیانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بھی مانے اور مرزا غلام احمد کو بھی نبی اور رسول قرار دے تو یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص کسی مندر میں بت کے آگے سجدہ ریز ہو اور مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرے، اس دعوے کو ہرگز تسلیم نہیں کیا جائے گا اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دلوں کے حال اللہ جانتا ہے اگر وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اسے مان لینا چاہیے کیوں کہ یہ اس کا ذاتی اور نجی معاملہ ہے۔

اسلام درون خانہ معاملات میں دخل نہیں دیتا۔ لیکن یہ بھی طے شدہ امر ہے کہ اسلام میں حکومت اور مذہب الگ الگ نہیں ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت یہ نہیں کہہ سکتی کہ اسے لوگوں کے افکار، عقائد وغیرہ سے کوئی سروکار نہیں۔ اس لئے ابتدائے اسلام ہی سے نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کے ساتھ مملکت اور حکومت کی سطح پر سختی سے نبٹا گیا۔ جھوٹے مدعیان نبوت کی بھی ایک تاریخ ہے اور اسے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں ایک بد بخت نے ایسا اعلان کیا جس کا نام اسود عنسی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی سرکوبی کے لئے حضرت ابوموسیٰ اشعری کی قیادت میں اسلامی لشکر روانہ فرمایا۔ مسیلمہ کذاب طلیحہ اسدی، حارث دمشقی، مغیرہ بن سعید عجلی، بیان بن سمعان تمیمی، خالد بن عبداللہ قسری، اسحاق اخرس مغربی، استاد سیس خراسانی، ابوعیسیٰ بن اسحاق یعقوب اصفہانی، بابک بن عبداللہ، علی بن فضل یمنی، علی بن محمد عبدالرحیم، ابوسعید حسن بن سیرام، محمد بن علی شمغانی، عبدالعزیز باسندی، حامیم مجلسی، ابومنصور عسی برغواتی، اصفر تغلبی، احمد بن قسی، عبدالعزیز طرابلسی کو کافر قرار دے کر ہلاک کیا گیا۔ عہد نبوت، عہد صحابہ اور عہد خلفائے راشدین میں کبھی کسی کو شک وشبہ نہیں رہا کہ یہ لوگ وہی کلمہ پڑھتے ہیں ویسی ہی نمازیں پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں جیسے دوسرے مسلمان اس لئے ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد

بھی متعدد لوگ نبوت کا دعویٰ کر چکے ہیں۔ اہل اسلام نے تو اب تک مع مرزا غلام احمد کسی کو نبی تسلیم نہیں کیا تھا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا خود قادیانیوں نے ان دوسرے مدعیانِ نبوت کو تسلیم کیا؟

اب آیئے ایک نظر عالم اسلام پر بھی ڈال لیتے ہیں کہ ان کذابوں سے دوسری اسلامی مملکتوں اور حکومتوں نے کیا سلوک کیا۔ افغانستان میں مرزا کی زندگی میں اس وقت کے شہزادہ بعد میں امیر عبداللہ خان کے اتالیق عبدالرحمٰن کو تحقیق کے لئے قادیان بھیجا گیا۔ یہ صاحب، سید عبداللطیف خوست کے شاگرد تھے۔ انہوں نے کچھ عرصہ مرزا کے ہاں قیام کیا اور مرزا کی بیعت کر کے واپس ہوئے اور قادیانیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ امیر عبدالرحمٰن نے انہیں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا جہاں پر اسرار طور پر گلا گھونٹے جانے سے واصل جہنم ہو گئے۔ دو سال بعد سید عبداللطیف خوست حج پر جانے کے ارادے سے نکلے تو پہلے قادیان گئے وہاں چند ماہ قیام کیا اور قادیانیت اختیار کر لی۔ 1903ء میں واپس آئے۔ امیر عبدالرحمٰن نے گرفتار کیا، خود اس سے عقائد معلوم کئے پھر سردار نصر اللہ خان اور دس دوسرے علماء نے اس سے مکالمہ کر کے عقائد دریافت کئے جس کے نتیجے میں اسے 14 جولائی 1903ء کو سزائے موت دے دی گئی۔ مرزا غلام احمد قادیانی سے ابتدائی طور پر بعض مسلمان متاثر ہو جاتے تھے کیوں کہ مرزا نے ایک مولوی ایک مناظر کے طور پر اپنا سفر شروع کیا پھر مصلح کہلائے اور رفتہ رفتہ مجدد وغیرہ بننے کے بعد ظلی بروزی نبوت سے ہوتے ہوئے مکمل نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ جھوٹے مدعیان نبوت کی یہ خاص علامت رہی ہے۔ سچے انبیاء علیہم السلام نے روز اول جو دعویٰ کیا وہی برقرار رکھا کیوں کہ یہ من جانب اللہ تھا۔ جھوٹے نبیوں نے انسانی فطرت کا لحاظ رکھتے ہوئے رفتہ رفتہ ترقی کی منازل طے کیں اور ان میں سے اکثر نے پھر نبوت تک ہی بس نہیں کیا الوہیت کے دعوے بھی کر دیئے۔ خود مرزا غلام احمد کا دعویٰ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں حلول کیا ہے۔

اب آیئے دیکھتے ہیں دوسرے ممالک قادیانیوں کے بارے میں کیا فیصلے کر چکے ہیں اور وہاں کسی نے حکومت کو چیلنج کیا کہ حکومت کو اس کا اختیار ہے یا نہیں؟ بنگلہ دیش نے 2004ء میں قادیانی لٹریچر پر مکمل پابندی لگا دی اس سے قبل قادیانیوں کے خلاف متعدد احتجاجات ہوئے تھے۔ بیلا روس (Belarus) میں 2007ء میں قادیانیت کی تبلیغ کی ممانعت کر دی گئی لٹریچر پر پابندی لگا دی گئی اور ان کے اجتماعات کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔ بیلجئم جانے کے لئے قادیانیوں کا نکاح نامہ تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ اس لئے بیلجئم نے بھی اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ جب برسلز میں قادیانیوں نے مسجد کے نام سے اپنی عبادت گاہ بنانے کی کوشش کی تو فسادات کا خطرہ پیدا ہو گیا اس لئے اس نام نہاد مسجد کی تعمیر پر پابندی لگا دی گئی۔ بلغاریہ میں مذہبی اقلیتوں کی ایک فہرست ہے جہاں قادیانیوں کو ایک مذہبی اقلیت ماننے سے

انکار کر دیا گیا۔تو قادیانیوں نے خود کو غیر تجارتی تنظیم کے طور پر رجسٹر کرانے کی کوشش کی اسے بھی مسترد کر دیا گیا۔تاہم ایک طویل قانونی جنگ کے بعد خود کو غیر تجارتی تنظیم کے طور پر رجسٹر کرانے میں کامیابی حاصل کر لی لیکن اب بھی اس پر قانونی جنگ جاری ہے۔مصر میں 2010ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی اور کئی قادیانیوں کو جیلوں میں ڈال دیا گیا۔مصر کی مسلم اکثریت قادیانیوں کو مسلم تسلیم نہیں کرتی۔گیمبیا میں قادیانیوں کو 1950ء سے ہی مزاحمت کا سامنا تھا۔ جنوری 2015ء میں گیمبیا کے سرکاری ادارے سپریم اسلامک کونسل نے گیمبیا کے ٹی وی اور پرنٹ میڈیا پر اعلان کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔انڈونیشیا میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی اور انہیں غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ 2008ء میں قادیانیوں پر پابندی لگا دی گئی۔2010ء اور 2011ء میں قادیانیوں کی تبلیغ اور عبادت گاہوں کو مسجد کہنے پر پابندی لگا دی گئی۔ملائشیا میں 2009ء میں اسلامک ریلیجیئس کونسل کے ایک اعلامیئے کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ان کے جمعہ کے اجتماعات پر بھی پابندی لگا دی گئی۔ان احکامات کی خلاف ورزی پر ایک سال قید اور تین ہزار ملائشی رنگٹ جرمانہ کرنے کا قانون بھی نافذ کر دیا گیا۔اور قادیانیوں کی عبادت گاہوں کے باہر بڑے بڑے حروف میں ایک نوٹس لگا دیا گیا جس کے مطابق IslamAgamabukanQadiani قادیانیت اسلام نہیں ہے۔فلسطین میں ابھی تک حکومت مستحکم نہیں ہے انہیں اپنے مسائل درپیش ہیں لیکن 2010ء میں حیفہ اسرائیل میں قادیانی مرکز کے سربراہ محمد شریف عودہ نے ایک اسرائیلی ریڈیو پر شکایت کی تھی کہ فلسطین میں قادیانیوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔گویا اہل فلسطین انہیں مسلمان تسلیم نہیں کرتے سعودی عرب میں غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع نہیں لیکن قادیانیوں کا داخلہ ممنوع ہے حرمین شریفین میں غیر مسلموں کا داخلہ بشمول قادیانیوں کے داخلہ ممنوع ہے قادیانی حج بھی نہیں کر سکتے۔ان میں سے کسی ملک میں کسی نے حکومت کے اختیار کو چیلنج نہیں کیا۔

سوویت روس میں تمام مذاہب کی سرگرمیوں پر پابندی تھی۔چین میں انتہائی نجی اور ذاتی مسئلے یعنی بچوں کی پیدائش پر پابندی تھی یعنی ایک سے زیادہ بچے پیدا نہیں کئے جا سکتے کسی نے چین، روس میں حکومت کے اختیارات پر سوال نہیں اُٹھایا۔اب جو پاکستان میں سوالات اٹھائے جا رہے ہیں ان پر حیرت ہے اور اس سے بھی زیادہ حیرت اس بات پر ہے کہ خواہ مفتی عبدالقوی ہو یا حمزہ علی عباسی تمام کا کھرا، تحریک انصاف کی طرف جاتا ہے کیا جماعت اسلامی جو تحریک انصاف کی اتحادی ہے اس پر کوئی روشنی ڈالنے کی زحمت کرے گی؟

(مطبوعہ: روزنامہ ''جہانِ پاکستان''۴؍جولائی ۲۰۱۶ء)

یومِ آزادی اور سیاسی فضا

پروفیسر خالد شبیر احمد

۱۴ راگست کو پاکستان معرضِ وجود میں آیا تھا۔ یوم آزادی کے موقع پر ایک طرف جشن آزادی پورے جوش و خروش کے ساتھ منایا گیا تو دوسری طرف بعض سیاسی جماعتیں حکومت کے خلاف احتجاجی تحریک چلانے میں مصروف ہیں۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس ملک سے ارباب بست وکشاد جن میں حزب اقتدار و حزب اختلاف دونوں شامل ہیں کس انداز اور کس طرح اس ملک کی سیاسی زندگی میں خود اپنے ہی کردار واعمال سے نفاق وافتراق کی بنیادوں کو مضبوط و مستحکم کر رہے ہیں۔ دونوں اپنے آپ کو سچا اور دوسرے کو جھوٹا کہہ رہے ہیں۔ اس طرح نفاق وافتراق کی آگ کے لیے اتنا ایدھن اکٹھا کر رہے ہیں کہ آخر اس کا انجام کیا ہوگا۔ تمام سیاسی جماعتیں اس اختلاف سے کیا حاصل کریں گی، ملک کو کیا فائدہ اور کیا نقصان ہوگا، اس کے تصور سے ہی دل کانپ اٹھتا ہے۔ ہر صاحب شعور و ہر حب الوطنی کا جذبہ رکھنے والا اسی قدر پریشان نظر آتا ہے کہ اس کی پریشانی کو الفاظ کے سانچے میں لانا ہی سرے سے مشکل امر ہو کے رہ گیا ہے۔

تحریک پاکستان میں کس جذبے کے ساتھ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے حصہ لے کر، ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کو ووٹ دے کر پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کے بعد جو کچھ قتل وغارت کی صورت میں سامنے آیا وہ بھی ایک ہولناک داستان ہے جسے قلم کے سپرد کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ قیام پاکستان کو لگ بھگ ۷۰ برس ہو گئے اور ہم اب اس ہولناک خلفشار وافتراق کا شکار ہیں۔ عوام اپنی زبان حال سے چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں:

بے حالئی حیات پر کیا تبصرہ کریں　　　تھے رہزنانِ وقت، بنے ہیں جو رہبر
بدلے نہ روز و شب میرے بدلا نہ رنگ زیست　　　ویران ہے چمن تو ہر اک شاخ بے ثمر
فہم و شعور و شوق کی دنیا ہی لٹ گئی　　　ماتم کدہ سا بن گیا اپنا یہ سارا گھر
مہر و وفا صبر قناعت ہے اب کہاں　　　حرص و ہوس کی آگ میں جلتے ہیں بام و در

اس ساری صورت حال میں کبھی کبھی قرآن پاک کی ان آیات کا تصور بھی میرے ذہن پر ابھرتا ہے جو قومیں بڑی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے کوئی نعمت مانگتی، جس طرح ہم نے لا الہٰ الا اللہ کے نعرے لگا کر اللہ تعالیٰ سے پاکستان کی نعمت مانگی اور عہد بھی کیا کہ اے اللہ! اگر تو ہمیں الگ ملک دے گا تو اس پر تیرا قانون نافذ کر کے تیرے احکامات کی مطابقت میں زندگی بسر کریں گے۔ ایسی کئی قوموں کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اونٹنی

کی نعمت مانگی، جس کی بعد میں بے حرمتی کی گئی، تو پھر قوم کا کیا حشر ہوا۔ اسی طرح بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ سے کیا کیا نعمتیں مانگی اور اللہ تعالیٰ نے کیا کیا نعمتیں انھیں مہیا نہ کی لیکن بنی اسرائیل نے بھی ان نعمتوں کی قدر نہ کی اور اس کے بعد ان کا کیا حشر ہوا۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ہم نے ان کو نعمتون سے نوازا، انھوں نے ان نعمتوں کی قدر نہ کی اور نیک اعمال سے منہ پھیر لیا تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے انھیں صرف ایک سزا دی اور وہ سزا یہ تھی کہ ہم نے ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا۔

کیوں اس لیے کہ انھوں نے اپنا عہد پورا نہ کیا اور میری طرف سے دی گئی نعمتوں کی بے حرمتی کی گئی۔ پھر قرآن پاک میں ان عذابوں کا ذکر بھی ہے کہ کس قوم پر کونسا عذاب نازل کیا گیا۔

نفاق وافتراق، اتحاد واتفاق کی ضد ہے۔ اتفاق واتحاد سے مسائل حل ہوتے ہیں اور نفاق وافتراق سے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور پھر معاملہ یہیں تک ہی نہیں رہتا بلکہ ایسی قوم کو اللہ تعالیٰ عذاب میں بھی مبتلا کر دیتا ہے۔ اس وقت ہماری جو صورت حال ہے یہ بھی عذاب کی ہی ایک شکل ہے۔ کاش ہمیں اس کا احساس ہو جائے اور ہم نفاق وافتراق کو چھور کر اتحاد واتفاق کی طرف لوٹ آئیں کہ اس میں ہماری فلاح کا راز مضمر ہے۔

میری نگاہِ شوق میں تھے چاہتوں کے خواب — لیکن نصیب میں تھا رکھا درد و اضطراب
میں نے تو دل جلایا کہ روشن ہوں بام و دَر — افسوس شب گزیدہ رہا میرا آفتاب

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان

پچھلے دنوں ہمارے مخلص دوست اور ہمدرد ملک ترکی میں چند خود غرض، دشمنوں کے اشاروں پر چلنے والے فوجیوں نے صدر رجب طیب اردوان کی حکومت کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کی۔ صدر کی آواز پر لبیک کہہ کر عوام اور پولیس نے اس کو ناکام بنادیا اور تمام ملک دشمن عناصر کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ ترکی اور پاکستان دو اہم مسلمان ممالک ہیں، ان کی آزادانہ پالیسی مغربی ممالک کو پسند نہیں ہے اور وہ کسی نہ کسی طریقے اور بہانے سے ہمیں غیر مستحکم کرنے پر تلے رہتے ہیں۔ ترکی میں سازش کے دوران جب شہر کے مناظر دکھائے گئے تو میرے اور میرے سینئر رفقائے کار کے دل میں خوشگوار یادیں تازہ ہوگئیں۔ ہم لاتعداد مرتبہ استنبول گئے ہیں، ہمارے وہاں چند مخلص صنعتکاروں سے تجارتی تعلقات تھے۔ استنبول بہت ہی خوبصورت شہر ہے۔ شہر میں باسفورس ہونے کی وجہ سے جہازوں اور کشتیوں کی آمد و رفت بہت ہی دلکش مناظر پیش کرتی ہے۔ کھانے نہایت ہی لذیذ ہوتے ہیں۔ ہماری طرح گوشت زیادہ شوق سے کھاتے ہیں۔ پورے شہر میں بڑے بڑے سائن بورڈ لگے ہیں جن پر ”سلطان ایوب رضی اللہ عنہ“ لکھا ہے۔ ہمارا اصول تھا کہ ہم ہمیشہ ان کے مزار پر جاتے تھے، فاتحہ پڑھتے تھے اور اگر نماز کا وقت ہو تو نماز ورنہ دو نفل ادا کرتے تھے۔ اس مزار پر آپ جائیں تو نہ نظر آنے شان و شوکت و رعب سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ ترک عوام حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی بے حد عزت کرتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں۔

ترکی میں پرانی عمارتیں بہت اعلیٰ اور خوبصورت ہیں۔ ترکی نے چونکہ مشرقی یورپ پر طویل عرصے تک حکمرانی کی تھی اس لیے وہاں کی اعلیٰ طرزِ تعمیر اپنالی تھی۔ باسفورس کے کنارے واقع لاتعداد محلات نہایت ہی خوبصورت اور قابلِ دید ہیں۔ مصطفیٰ کمال پاشا المعروف اتاترک کی رہائش گاہ دولما باشے (استنبول) قابلِ دید ہے۔ یہی اعلیٰ معیار ترکوں نے صدیوں پہلے خانہ کعبہ کی تعمیر میں بہت اچھی طرح (محرابیں بنا کر) کی تھی اور حمص (شام) میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مزار قابلِ دید ہے اور اعلیٰ تعمیر کا نمونہ ہے۔ ہم (میں اور رفقائے کار) سرکاری دورے پر شام گئے تھے۔ ہم نے حمص میں ایک اچھی یونیورسٹی دیکھی تھی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مزار بھی دیکھا تھا۔

دیکھیے بات کہاں سے کہا جا پہنچی۔ بات حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے نکلی ہے۔ میرے نہایت قابل و عزیز دوست پروفیسر ڈاکٹر محمد الغزالی نے پچھلے دنوں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے متعلق ایک ای میل

بھیجی تھی وہ اتنی دلچسپ اور اہم ہے کہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار سال پیشتر یمن کا بادشاہ تُبّع حمیری تھا، ایک مرتبہ اپنی سلطنت کے دورے کو نکلا، بارہ ہزار عالم اور حکیم اور ایک لاکھ بتیس ہزار سوار، ایک لاکھ تیرہ ہزار پیادہ اپنے ہمراہ لیے اس شان سے نکلا کہ جہاں جہاں بھی پہنچتا اس کی شان و شوکت دیکھ کر مخلوقِ خدا چاروں طرف نظارے کو جمع ہو جاتی تھی۔ یہ بادشاہ جب دورہ کرتا ہوا مکہ معظّمہ پہنچا تو اہل مکہ سے کوئی اسے دیکھنے نہ آیا۔ بادشاہ بہت حیران ہوا اور اپنے وزیر اعظم سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ اس شہر میں ایک گھر ہے جسے بیت اللہ کہتے ہیں، اس کی اور اس کے خادموں کی جو یہاں کے باشندے ہیں تمام لوگ بے حد تعظیم کرتے ہیں اور جتنا آپ کا لشکر ہے اس سے کہیں زیادہ دور اور نزدیک کے لوگ اس گھر کی زیارت کو آتے ہیں اور یہاں کے باشندوں کی خدمت کر کے چلے جاتے ہیں، پھر آپ کا لشکر ان کے خیال میں کیوں آئے۔ یہ سن کر بادشاہ کو غصہ آیا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں اس گھر کو کھدوا دوں گا اور یہاں کے باشندوں کو قتل کرا دوں گا۔ یہ کہنا تھا کہ بادشاہ کے ناک منہ اور آنکھوں سے خون بہنا شروع ہو گیا اور ایسا بدبودار مادہ بہنے لگا کہ اس کے پاس بیٹھنے کی بھی طاقت نہ رہی، اس مرض کا علاج کیا گیا مگر افاقہ نہ ہوا۔ شام کے وقت بادشاہی علماء میں سے ایک عالم ربانی تشریف لائے اور نبض دیکھ کر فرمایا، مرض آسمانی ہے اور علاج زمین کا ہو رہا ہے، اے بادشاہ! آپ نے اگر بری نیت کی ہے تو فوراً اس سے توبہ کریں، بادشاہ نے دل ہی دل میں بیت اللہ شریف اور خدام کعبہ سے متعلق اپنے ارادے سے توبہ کی، توبہ کرتے ہی اس کا خون اور مادہ بہنا بند ہو گیا اور پھر صحت کی خوشی میں اس نے بیت اللہ شریف کو ریشمی غلاف چڑھایا اور شہر کے ہر باشندے کو سات سات اشرفی اور سات سات ریشمی جوڑے نذر کیے۔ پھر یہاں سے چل کر مدینہ منورہ پہنچا تو ہمراہ علماء نے جو کتب سماویہ کے عالم تھے وہاں کی مٹی کو سونگھا اور کنکریوں کو دیکھا اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ کی جو علامتیں انھوں نے پڑھی تھیں، ان کے مطابق اس سرزمین کو پایا تو باہم عہد کر لیا کہ ہم یہاں ہی مر جائیں گے مگر اس سرزمین کو نہ چھوڑیں گے، اگر ہماری قسمت نے یاوری کی تو کبھی نہ کبھی جب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے ہمیں بھی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے گا ورنہ ہماری قبروں پر تو ضرور کبھی نہ کبھی ان کی جوتیوں کی مقدس خاک اڑ کر پڑ جائے گی جو ہماری نجات کے لیے کافی ہے۔

یہ سن کر بادشاہ نے ان عالموں کے واسطے چار سو مکان بنوائے اور اس بڑے عالم ربانی کے مکان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ایک دو منزلہ عمدہ مکان تعمیر کروایا اور وصیت کر دی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو یہ مکان آپ کی آرام گاہ ہو اور ان چار سو علماء کی کافی مالی امداد بھی کی اور کہا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو اور پھر اس بڑے عالم

ربانی کو ایک خط لکھ دیا اور کہا کہ میرا یہ خط اس نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دینا اور اگر زندگی بھر تمھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موقع نہ ملے تو اپنی اولاد کو وصیت کر دینا کہ نسلاً بعد نسلاً میرا یہ خط محفوظ رکھیں حتیٰ کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ یہ کہہ کر بادشاہ وہاں سے چل دیا۔ وہ خط نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک ہزار سال بعد پیش ہوا، کیسے ہوا اور خط میں کیا لکھا تھا؟ سنئے اور عظمتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھئے:

''کمترین مخلوق تبع اوّل حمیری کی طرف سے شفیع المذنبین، سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد: اے اللہ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاتا ہوں اور جو کتاب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوگی اس پر بھی ایمان لاتا ہوں اور میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین پر ہوں، پس اگر مجھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کا موقع مل گیا تو بہت اچھا وغنیمت اور اگر میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت نہ کر سکا تو میری شفاعت فرمانا اور قیامت کے روز مجھے فراموش نہ کرنا، میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پہلی اُمت میں سے ہوں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد سے پہلے ہی بیعت کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے سچے رسول ہیں۔''

شاہ یمن کا یہ خط نسلاً بعد نسلاً ان چار سو علماء کے اندر حرزِ جان کی حیثیت سے محفوظ چلا آیا یہاں تک کہ ایک ہزار سال کا عرصہ گزر گیا، ان علماء کی اولادیں اس کثرت سے بڑھی کہ مدینہ کی آبادی میں کئی گنا اضافہ ہو گیا اور یہ خط دست بدست مع وصیت کے اس بڑے عالم ربانی کی اولاد میں سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ نے وہ خط اپنے غلام خاص ابولیلیٰ کی تحویل میں رکھا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی اور مدینہ کی الوداعی گھاٹی مثنیات کی گھاٹیوں سے آپ کی اونٹنی نمودار ہوئی اور مدینہ کے خوش نصیب لوگ محبوبِ خدا کا استقبال کرنے کو جوق در جوق آرہے تھے اور کوئی اپنے مکانوں کو سجا رہا تھا تو کوئی گلیوں اور سڑکوں کو صاف کر رہا تھا اور کوئی دعوت کا انتظام کر رہا تھا اور سب یہی اصرار کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کی نکیل چھوڑ دو جس گھر میں یہ ٹھہرے گی اور بیٹھ جائے گی وہی میری قیام گاہ ہوگی، چنانچہ جو دو منزلہ مکان شاہ یمن تبع حمیری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر بنوایا تھا وہ اس وقت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی تحویل میں تھا، اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی جا کر ٹھہر گئی۔ لوگوں نے ابولیلیٰ کو بھیجا کہ جاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہ یمن تبع حمیری کا خط دے آؤ۔ جب ابولیلیٰ حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھتے ہی فرمایا تو ابولیلیٰ ہے؟ یہ سن کر ابولیلیٰ حیران ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں محمد رسول اللہ ہوں، شاہ یمن کا جو خط تمھارے پاس ہے لاؤ وہ مجھے دو،

چنانچہ ابولیلیٰ نے وہ خط دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا: صالح بھائی تبع کو آفرین وشاباش ہے۔“ (سبحان اللہ) میں صدقے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بحوالہ کتب: میزان الادیان، کتاب المستطرف، حجۃ اللہ علی العالمین، تاریخ ابن عساکر)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا اصل نام خالد بن زید بن کلیب تھا، آپ مدینہ میں پیدا ہوئے تھے اور بنی نجّار قبیلے سے تعلق تھا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی صحابی تھے۔ آپ انصار تھے اور 622 سن عیسوی میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے میزبان تھے۔ مصر کی فتح کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے مصر میں رہائش اختیار کر لی، مسجد عمرو بن العاص کے پاس ایک گھر میں رہنے لگے اور آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور تک مسلسل جنگوں میں حصہ لیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں جب یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مسلمان فوج نے، جس میں نہایت بہادر تجربہ کار، جید صحابہ بھی تھے، استنبول کا محاصرہ کیا تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ضعیف العمری کے باوجود اس میں شامل تھے۔ صحیح مسلم میں حدیث مبارک ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو فوج استنبول فتح کرے گی وہ تمام کی تمام جنت میں داخل ہوگی۔ جنگ کے دوران آپ کی طبیعت بہت خراب ہوگئی اور یزید کے پوچھنے پر کہ آپ کی کوئی خواہش ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے دشمن کی زمین میں جہاں تک ہو سکے اندر جا کر دفنا دینا۔ مسلمانوں نے تابڑ توڑ حملے کیے اور رومیوں کو دھکیل کر شہر کی فصیل تک لے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کو وہاں پر دفن کیا۔

روایت ہے کہ رومیوں نے فصیل پر سے کہا کہ تم جب واپس چلے جاؤ گے تو ہم اس لاش کو نکال کر باہر پھینک دیں گے جہاں جانور اور پرندے اس کو کھا جائیں گے۔ یزید نے سن کر کہا کہ قسم ہے اللہ رب العزت کی! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم نے اس لاش کی بے حرمتی کی تو میں اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا، پورے شہر کو آگ لگا دوں اور کسی بھی شہری کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ رومی ڈر گئے اور انھوں نے قبر کی بے حرمتی نہیں کی۔

1459 میں سلطان محمد فاتح نے سنگ مرمر کی خوبصورت قبر اور مقبرہ تعمیر کروایا اور اس وقت سے آج تک یہ مقبرہ (مزار) نہ صرف ترک باشندوں کے لیے بلکہ دنیائے اسلام کے مسلمانوں کے لیے ایک نہایت متبرک جگہ بن گئی ہے اور جو مسلمان استنبول جاتا ہے وہ ضرور اس مقبرے کی زیارت کرتا ہے اور فاتحہ پڑھتا ہے۔ ترکی میں ہی قونیہ میں مولانا جلال الدین رومی کا مزار ہے جہاں ہزاروں مسلمان جا کر فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اللہ پاک ان دونوں بزرگوں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام پر فائز رکھے۔ آمین۔

(مطبوعہ: روزنامہ جنگ ملتان ۸/اگست ۲۰۱۶ء)

(بہ شکریہ ہفت روزہ ختم نبوت، کراچی، ۲۳ تا ۳۱/اگست ۲۰۱۶ء، شمارہ: ۳۲)

اسلام کا نظام دعوت و تبلیغ

مفکر احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

مفکر احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ نے ہندو سنگھٹن اور شدھی تحریکوں کے زمانے میں ایک کتاب ''فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں'' تصنیف کی تھی۔ یہ غالباً ۱۹۲۱ء یا ۱۹۲۲ء کا دور ہے جب مسلمانوں کو مرتد کر کے ہندو بنایا جا رہا تھا۔ چودھری افضل حق نے مسلمانوں کو اسلام کے نظام دعوت و تبلیغ کی طرف متوجہ کیا اور یہ ہدف دیا کہ ہمیں تمام ہندوستان کو مسلمان بنانا ہے۔ مگر کیسے؟ اس کتاب کے منتخب اقتباسات کو مرتب کر کے قائین کی نذر کر رہے ہیں۔ یہ تحریر تبلیغ کے میدان میں کام کرنے والے مبلغین کے لیے مشعل راہ ہے۔ (مدیر)

داعی کے اوصاف اور دعوت کا طریقہ کار:

عقل منداور بہادر وہ ہے جو، جوش و ہیجان میں دل و دماغ کو صحیح رکھے۔ اگر چہ صورتِ حالات اشتعال انگیز اور صبر سوز ہیں تاہم ہمیں بہادر اور باوقار قوم کی طرح عفو و درگزر کرنا چاہیے اور برداشت وتحمل سے کام لینا چاہیے۔ شکوہ و شکایت سے بے نیاز ہو کر مرض اور اس کے علاج کی طرف لگ جانا چاہیے۔ قبل اس کے کہ لائحہ عمل پر غور کریں، قوم کے ذہن اور مزاج کا ادراک کر لینا ازبس ضروری ہے جس کا ہمارا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

دور بینی میں ہم کم نہیں، ہاں لاپروائی میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ خطرہ کو دیکھتے ہیں مگر بچاؤ کی تدبیر کو تقدیر کے حوالے کر کے راحت طلبی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جوش میں شعلۂ طور اور عمل سے معذور، نتیجہ عیاں ہے۔ ہر اسلامی تحریک کی ابتدا میں زمین وآسمان ہل جاتے ہیں، جوش کا سمندر ساحل صبر سے ٹکراتا ہے، مخالف خائف اور حیران ہو جاتے ہیں، یک بہ یک لہر بند ہو جاتی ہے، ہوا سر سے نکل کر حباب پھٹ جاتا ہے اور چند دن میں سطح پُرسکون نظر آتی ہے گویا کوئی لہر کبھی اٹھی تک نہ تھی۔ کام اور نظام سے پہلے ہمیں قیام و بقا پر غور کرنا چاہیے، مبادا ہماری بد مذاقی کے باعث تبلیغی نظام بھی، تباہ ہو جائے۔ ہر مسلمان کو سوچ رکھنا چاہیے کہ اگر ضروریات حاضرہ کو مدنظر رکھ کر کوئی نظام بن کر بگڑا تو صدیوں تک ہماری ہمتیں پست ہو جائیں گی اور کسی نئے نظام کی کبھی جرأت نہ پڑے گی۔

اُبال قوم میں پیدا ہو جاتا ہے، پھر جلدی طبیعت اُکتا جاتی ہے۔ یہ خطرناک عادت ہے، کبھی کوئی جماعت قائم نہیں رہ سکتی جب تک اس عادت کے بدلنے کے لیے وسیع پیمانے پر کام نہ شروع کیا جائے۔ ہر خیال کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے حلقۂ اثر میں اس کی نشر و اشاعت کریں۔ تاکہ جوش کے ساتھ عمل کا جذبہ بھی پیدا ہو جائے۔ کام کے جاری رہنے میں ہی قوم و اسلام کی فتح ہے۔

حالات کی محشر خیزیاں اور حکمتِ عملی:

قوموں کی جدوجہد میں لفظی دھمکی کچھ شے نہیں۔ تیاری و تنظیم سب چیز ہے۔ آج مسلمانوں پر امتحان وابتلا کا وقت ہے۔ صرف اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم حریف سے بازی لے جاسکتے ہیں۔ حالات بلاشبہ اشتعال انگیز ہیں مگر ہمیں تحمل کرنا چاہیے اور گالی کا جواب انکسار سے دینا چاہیے۔ محبت سے دل جیتیں اور اصلاح کی طرف قدم بڑھائیں۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کی بھولی یاد تازہ کریں۔ ضربِ بیداد سے سر کا لہو جوتوں میں جم جائے مگر دل میں بال اور ماتھے پر شکن نہ آئے۔ دشمن کا روحانی حربہ سے مقابلہ کریں۔ نگاہ میں شرم وحیا اور محبت ومروت ہو، دل قوی اور ہاتھ بے ضرر ہوں۔ اگر ایک آمادۂ فساد ہو تو دوسرا مائل بہ صلح ہو۔ ورنہ وطن عزیز میں جن محشر خیزیوں کا سامنا ہوگا اس کے تصور سے ہی انسان لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ مخالف کی سرگرمیاں خواہ منتقمانہ ہوں مگر جواب مزید منتقمانہ تیاریوں سے نہیں دینا چاہیے۔ اگر ایک دوسرے کے انتقام میں لگ گئے تو یہ بھوت ہمیں کھا جائے گا۔ وقتی جوش سے متاثر ہو کر گلے پڑنا زندگی کا ثبوت نہیں بلکہ کمزور دل ودماغ کی دلیل ہے۔ زندگی مسلسل کام اور انتھک کوششوں کا نام ہے۔ جوش و ہیجان سے بے نیاز ہو کر دیکھو کہ کس مرض نے ہمیں مفلوج کر دیا ہے۔ عامۃ المسلمین کو دیکھو نہ دین سے سروکار نہ دنیا سے حصہ۔ کیا آج اصلاح کا وقت ہے یا فساد کا؟ ہمیں اس جوش کو صحیح راہ پر لگانا اور اس سے کام لینا چاہیے۔ اگر اصلاح کا کام کسی نیک نیت کے پیشِ نظر بھی ہوگا تو فساد کی وجہ سے رک جائے گا۔ جب طاقت فتنہ وفساد کی نذر ہو جائے گی تو مسلمان کمزور ہو جائیں گے۔

مسلمان بھائیو! میں تمھیں ہوشیار کرتا ہوں کہ تمھارے مقابل کے یہی سکیم پیش نظر ہے کہ بیرونی فسادات میں مبہوت ہو کر تم اندرونی اصلاح کی طرف مائل نہ ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر مسلمان بہادر اور مضبوط ہو مگر صبر سے نہ کہ جبر سے۔ دشمن کے لیے تیز تلوار ہو مگر ہمسایہ کا غم گسار ہو۔

کافروں کو مسلمان بناؤ:

آج اگر آواز آتی ہے کہ سب کو کافر بناؤ، میں کہتا ہوں تم سب کافروں کو مسلمان بنالو۔ مگر کس طرح بناؤ گے؟ باتوں سے یا کام سے، فساد کر کے یا پیار کر کے، جو ان سوالات کے جواب ہے وہی طریقۂ کار ہے۔

غافلو! جو کرنے کی بات ہے اس سے ڈرتے ہو، جوڑنے کے کام ہیں ان کے لیے مرتے ہو۔ زبان تو قینچی ہے مگر خود عمل سے محروم ہیں۔ کہتے بہت کچھ ہیں، کرتے کچھ نہیں۔ جس کے گھر چوہے قلابازیاں کھاتے ہوں لباس فاخرہ اُسے کب زیب دیتا ہے۔ عمل سے عاری ہونے کا اور کیا ثبوت ہے کہ بے زری کا رونا بھی ہے اور مصائب کا احساس بھی ہے۔

رازِ فطرت سے بے خبر بھائیو! انسان کبھی نفرت سے مرغوب نہیں ہوتا۔ بلکہ محبت سے رجوع کرتا ہے۔ وہ کبھی اچھا اور سچا مشنری نہیں، جس کا دل محبت انسانی سے مملو نہ ہو اور دماغ نورِ شرافت سے منور نہ ہو۔ جب میں کتے کو بھی پیار کرتا ہوں تو دُم ہلاتا میری طرف آتا ہے۔ درندہ بھی پیار سے متاثر ہو جاتا ہے، انسان کی تو غذا ہی پیار ومحبت ہے۔ یہ تو دوڑ کر اسی جگہ پہنچتا

ہے جہاں یہ چیز میسر آتی ہے۔ اگر ہم ڈرائیں گے، دھمکائیں گے تو وہ ہم سے دور ہو جائیں گے۔ قبل اس کے کہ ہم کسی قوم یا فرد کو اسلام کی دعوت دیں، پہلے ان کے دل میں جگہ بنالیں۔ ایسا نہ ہو کہ نفرت سے دل کا دروازہ بند ہو جائے۔ پریم و پیار کی لہریں جو دل سے اٹھتی ہیں وہی دوسروں کو بہا سکتی ہیں۔ محبت کا نور ہی دلوں پر محیط ہو سکتا ہے۔ پیار سے! روشن آنکھیں، رعب وجلال شاہی سے زیادہ مرعوب کرنے والی ہوتی ہیں۔ ایاز کی نگاہِ الفت بار محمود کی چشمِ خشمناک پر حاوی رہی ہے۔ رازِ عشق سے واقف جانتے ہیں کہ مطلوب کو مرغوب کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ محبوب کے مزاج ور جحان کو پا کر اس کی افتاد کے مطابق اپنے اعمال و افعال کو ڈھالا جائے۔ سب سے بڑی چیز جس کا مطلوب طالب ہے، وہ عدم تشدد کا اصول ہے۔

مساجد کا نظام:

اسلام نظام سکھلاتا ہے، نظام سے اسلام کی فتح ہے۔ بکھرا شیرازہ ملک وقوم کی کمزوری کی دلیل ہے۔ تاریخ اسلام کے ابتدائی زمانہ پر ایک نظر سے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ ترتیب و تنظیم ہر شعبۂ زندگی میں جاری وطاری تھی۔ اب تمام فتنے، تمام مصیبتیں اسی وجہ ہیں کہ اس وقت کہیں جماعت کا وجود باقی نہیں۔ ہماری جو کوشش ہے انفرادی ہے، اسی لیے کامیابی مسلمانوں سے دور رہتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ دنیا کی کسی قوم میں تنظیم کے اتنے اسباب اور اتنے مصالح موجود نہیں جتنا کہ مسلمانوں میں، مگر اس موجودگی کے باوجود ہماری بدبختی یہ ہے کہ کسی قوم میں اتنی بدنظمی بھی نہیں جتنی مسلمانوں میں ہے۔ مساجد میں نمازیں جماعت کے ساتھ ہوتی ہیں۔ جمعہ میں اجتماع ہوتا ہے۔ عیدیں اکٹھی ادا ہوئی ہے۔ تاہم اجتماع کی حقیقی روح مفقود ہے۔ کیونکہ ہر مسجد کا امام آزاد ہے۔ ضرورت زمانہ سے خود بے خبر ہے، اوروں کو باخبر کیا کرے گا؟ خوب ذہن نشین کرلیں کہ مسلمانوں کی اصلاح مساجد کی اصلاح میں ہے۔ مسجد ہماری محافظ اور منبر ہمارا پلیٹ فارم ہے۔ اسلام زندہ ہو سکتا ہے تو اسی جگہ سے، مسلمانوں کی تباہی ہو سکتی ہے تو مساجد میں غلط تعلیم سے۔ دنیا کی تمام اقوام مضطرب ہیں کہ کس طرح اجتماعی زندگی پیدا کی جائے۔ یہاں اجتماع موجود ہے مگر زندگی مفقود ہے۔ پانچ وقت مسجد میں جلسہ ہوتا ہے، اشتہار اور منادی کی ضرورت نہیں، آواز اذان کافی ہے۔ لوگ جوق در جوق آتے ہیں، نماز ادا کر کے اسلامی ضروریات حاضرہ سے آگاہ ہوئے بغیر گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ خدمت اسلام کی جلن اور تڑپ پیدا کیونکر ہو، جب امام کا دل خود بجھا اور غافل ہو۔ اے کاش مسلمان نماز با جماعت کے غرض وغایت کو سمجھیں۔ حالت یہ ہے کہ مسجد و منبر اس کے سپرد ہوتا ہے جس کی تعلیم ناقص، تربیت خراب اور نظر کی وسعت مسجد کی چار دیواری سے باہر نہیں ہوتی۔ لکیر کا فقیر ہوتا ہے اور یہی تعلیم اوروں کو دیتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ تبلیغ کر کے غیروں کو اپنا بنائیں۔ تاکہ ان پر یہ راز کھل جائے کہ مسلمان کو کافر بنانا کتنا آسان اور کافر کو مسلمان بنانا کس قدر دشوار ہے۔

مبارک گھر:

امرا کے نوجوانوں کو خدمت اسلام کے لیے مائل کیا جائے۔ تاکہ بغیر شور وشر کے کام جاری رہے۔ اے کاش مسلمان امرا اس طرف توجہ کریں۔ اپنے دو بچوں میں سے ایک خدمت اسلام کے لیے وقف کریں۔ وہ لوگ جنھیں خدا نے

کمائی کے جھگڑوں سے مطمئن کیا ہے انھیں چاہیے کہ اپنے بچوں کو شروع سے تبلیغ کے لیے تیار کریں۔ ہر ایک گھر میں سے ایک شخص تو اسی لیے وقف ہو۔ یوں بھی تو ہم دس مسلمانوں میں دو چار کماتے ہیں۔ باقی بیکار بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ مبارک ہے وہ گھر جس میں خدمت خلق کا جذبہ موجود ہے اور خدمت اسلام کی سچی تڑپ پیدا ہے۔

کافروں کو مسلمان بناؤ:

آج بعض متوحش ہیں کہ الٹی گنگا کیوں بہنے لگی۔ اس کا انجام کیا ہوگا۔ مجھے خود تردد ہے۔ مگر غیر کے حملے کا نہیں بلکہ اپنی بے نظمی کا اگر ہمارے اندر نظام تبلیغی استوار ہوتا تو نوبت اس حد تک نہ پہنچتی۔ جو جنرل فاتحانہ پیش قدمی کرتا رہتا ہے ابنائے وطن راستہ میں آنکھیں بچھاتے رہتے ہیں۔ جب پیش قدمی رک جاتی ہے اور شکست کا منہ دیکھتا ہے تو لوگوں کے دلوں سے اتر جاتا ہے۔ وہی لوگ پھر جان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ یہ فطرت انسانی ہے، اس سے کسی کو گریز نہیں۔ ملسمان ملک میں ایسا وسیع تبلیغی جال بچھا دیں کہ ہر غیر مسلم کے گھر میں دن رات اسلام کا پیغام پہنچے۔ ہر مسلمان بچہ، بوڑھا اسلام کا مبلغ ہو۔ اسلام کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے بیتاب ہو۔ مسلمانوں کا اس میدان میں فتحیاب ہو کر دکھانا ہی ملکی حالات کو روبہ اصلاح کر سکتا ہے اور نشہ سے سرشار دماغوں کو ہوش میں لاسکتا ہے۔

کافروں کو مسلمان بنانا بچوں کا کھیل نہیں۔ اس میں شیروں کا حوصلہ، مردوں کی سی غیرت، صحابہ کا سا خلوص اور سب سے زیادہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم امی عربی کا سا اخلاق چاہیے۔ تاکہ دشمن بھی دیانت وامانت کی شہادت دے۔ ہمسایہ اچھے اخلاق کی وجہ سے محبت کرے۔ اس کے دل میں ہماری طرف سے کسی قسم کا مالی و جانی اندیشہ نہ ہو۔ ہمارے وعدوں پر پورا اعتماد ہو۔ بلکہ اپنے مال و جان، عزت وآبرو کا ہمیں سچا محافظ سمجھے۔ ہم میں خودداری ہو، مگر غرور نہ ہو۔ خلوص ہو بناوٹ نہ ہو، ہر شعبہ زندگی میں ہماری حیثیت نمایاں ہو۔ جسم، دل، دماغ، ہمت اور حوصلہ میں کوئی ہم سے برتر نہ ہو۔ اس لیے ہر مسلمان عاقل و بالغ کو اپنے مزاج کی افتاد کے مطابق کسی نہ کسی شعبے میں دلچسپی لینی چاہیے۔ مگر تبلیغ سے کبھی کسی جگہ بھی غافل نہ ہو۔ وہ جھونپڑیاں جہاں ابھی تک پیغام حق نہیں پہنچا وہاں پہنچایا جائے۔ ان غریبوں کے ساتھ رحم و پیار کا سلوک کیا جائے، دلجوئی کی جائے اور تعلیم وتربیت دی جائے۔

تبلیغ واشاعت مذہب میں اگر خوف اور لالچ کو کام میں نہ لایا جائے تو کوئی شریف شخص بھی معترض نہیں ہوسکتا۔ اسلام، مسلمانوں کو اس سے بھی آگے بڑھنے کو کہتا ہے۔ تبلیغ کے دو طریقے ہیں۔ مخالف کی کمزوریوں کا اظہار اور اپنے مذہب کے اوصاف کا بیان مگر مسلمان مشنریوں کو چاہیے کہ کبھی کسی کے مذہبی احساسات کو ٹھیس نہ لگنے دیں۔ میں جانتا ہوں کہ حلقۂ ارتداد میں جنگِ زرگری جاری ہے۔ مسلمانوں کو مرتد کرنے میں کسی اصول کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ تاہم مسلمانوں کو چاہیے روپیہ اور فریب کے مقابل اخلاق اور اخلاص سے دلوں کو مسخر کریں۔

بہادرانہ قربانی ایسی شے ہے جس سے دشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہاں صرف اسلام کے

لیے میدان کھلا ہے۔ جو سب سے بہادر اور ملک کی جنگ میں کام آنے والا ہو۔قربانی سے گریز کرنے والی، مصیبت کے وقت گھبرا جانے والی قوم کے لیے اب کوئی مستقبل نہیں رہا۔ وہ قوم ترقی کی راہ میں روڑے اٹکائے گی۔ جس جماعت کے افراد ملکی ضروریات سے غافل و لاپرواہوں گے وہ کبھی عزت کی نگاہ سے نہ دیکھی جائے گی۔ کاش مسلمان اس رمز کو سمجھیں کہ زندہ اور بہادر قوم میں شامل ہونے کی ہر شخص خواہش کرتا ہے۔ مُردوں میں شمار ہونے سے ہر ایک کو قدرتی طور سے نفرت ہے۔ اگر مسلمان ہر میدان میں زندگی کا ثبوت پیش کریں، اعلائے کلمتہ الحق میں حاکم و جابر کسی کی پروا نہ کریں، آزادی کی خواہش میں ہر وقت سر بکف نظر آئیں تو بغیر تبلیغ کے بھی لاکھوں ان کی طرف کھچے آسکتے ہیں مگر بدقسمتی سے میں کیا دیکھتا ہوں کہ مسلمان سیاست سے کچھ کچھ دور جا رہے ہیں۔ عاقبت اندیش محبّ وطن سچے مسلمان کی تو یہی خواہش ہوگی کہ دین و دنیا میں ہم سرخرو ہوں۔ اور مذہبی میدان میں مذہبی حریفوں کو اور میدان کارزار میں ظالموں کو پچھاڑنے والے بنیں۔

غافل، یہ دنیا دار العمل ہے۔ شکوہ شکایت، آہ فریاد کو یہاں کون سنتا ہے۔ مرنے کی تڑپ پیدا کرو تو زندہ رہ سکتے ہو۔ جوش کو چھوڑ و ہوش سے کام لو۔ گل کی طرح خاموش رہ کر مصروف عمل ہو جا۔ بلبل کی طرح محو نالہ و فغاں نہ رہ۔ اس میں شبہ نہیں ہم نہایت ہی ابتلا و امتحاں کے وقت پیدا ہوئے ہیں۔ خوش قسمت ہے وہ جو آج اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی ہستی کو کھو دے۔ اور بدقسمت ہے وہ، جو آج ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے۔ اگر جماعت موجود نہیں تو آؤ آج ہی بنالیں۔ اگر پہلے غافل رہے تو آج ہوشیار ہو جائیں۔ جماعت بنانے والا، کام شروع کرنے والا، ہمارا ہی وجود کیوں نہ ہو۔ یہ سعادت غیر کے حصہ میں کیوں آئے۔ ایک اولوالعزم انسان نے اپنے لیے سلطنت پیدا کی۔ کیا ہم کام کے لیے پریشانیوں میں الجھ کر رہ جائیں گے۔ کام کرنے والوں کے لیے راہیں کھلی ہیں، خلوص و تڑپ کی ضرورت ہے۔ چولھے میں آگ ہو تو روٹی پکائی جاسکتی ہے، سالن تیار کیا جاسکتا ہے، پانی گرم ہوسکتا ہے۔ جس انسان کے قلب میں حرارت ہو وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ وہ کسی کی رہنمائی کا شرمندہ احسان نہیں رہتا۔ خدارا زبان بند کر، ہاتھ پاؤں کو حرکت میں لا، گھڑیاں نازک ہیں، دنیا تنگ ہو رہی ہے، عمل خدارا عمل:

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

دنیا کا قانون یہی ہے کہ غافل سرمایہ سے محروم کر دیا جائے اور اپنی حالت پر قانع رہنے والی قوم پامال کر دی جائے۔ جو پودا بڑھتا نہیں، وہ گھٹتا ہے، سوکھتا ہے، فنا ہو جاتا ہے۔ دیکھ کر ہیبت آئے نہ کہ جس کو دیکھ کر دل بستگی پیدا ہو۔ آج اسلامی کالجوں، سکولوں کو دیکھو گویا نازنینوں کی ایک بھیڑ ہے۔ آنکھیں ان قدسی طینت نفوس کو ڈھونڈھتی ہیں۔ جو راہ حق میں مصیبتوں کو دنیا کی راحتوں کے بدلے خرید لیں۔

قربانی کے مسائل

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد

(۱) قربانی کس پر واجب ہے:

جس پر صدقہ فطر واجب ہے اس پر بقر عید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو کہ جس پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی اگر کر دے تو ثواب ہے۔

مسئلہ: قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ اولاد کی طرف سے واجب نہیں۔ بلکہ اگر نابالغ اولاد مال دار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے کرنا واجب نہیں ہے نہ اپنے مال میں سے نہ اس کے مال میں سے کیونکہ اس پر واجب ہی نہیں ہوتی۔ لیکن اگر باپ اپنے مال میں سے اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے کر دے تو مستحب ہے۔ بیوی اور بالغ اولاد مال دار ہو ان کو اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: بیوی اور بالغ اولاد مال دار ہو اور شوہر بیوی کے لیے اور بالغ اولاد کے لے اپنے پاس سے قربانی کے جانور لا دے تا کہ وہ قربانی کر سکیں تو جائز ہے۔

مسئلہ: جو بیٹا باپ کے ساتھ باپ کے کاروبار میں لگا ہو اور کاروبار میں اس کا اپنا حصہ اور ملکیت کچھ نہ ہو تو اگر اس کے علاوہ بیٹے کے پاس قربانی کا نصاب ہو تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور اگر نہیں ہے تو واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ: عورت کے پاس کچھ مال نہ ہو لیکن اس نے نصاب کے بقدر مہر شوہر سے ابھی لینا ہو تو اگر مہر معجّل ہو اور شوہر مال دار ہو تو عورت پر قربانی واجب ہے اور اگر مہر معجّل ہو لیکن شوہر فقیر ہے یا مہر ہی موجل ہو خواہ شوہر مال دار ہو یا فقیر ہو تو عورت پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر پہلے اتنا مال دار نہ تھا اس لیے قربانی واجب نہ تھی۔ پھر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے کہیں سے مال مل گیا تو قربانی کرنا واجب ہے۔

(۲) قربانی مقیم پر واجب ہوتی ہے مسافر پر نہیں:

مسئلہ: قربانی کے تینوں دن اقامت کا ہونا شرط نہیں ہے۔ دسویں گیارہویں تاریخ کو سفر میں تھا۔ پھر بارہویں تاریخ کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر پہنچ گیا یا پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اب قربانی کرنا واجب ہو گیا۔

مسئلہ: دسویں کو گھر میں تھا پھر گیارہویں کو سفر میں چلا گیا اور بارہویں کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر آ گیا تو قربانی واجب ہوگی۔

مسئلہ: اگر مال دار قربانی کے دن گزرنے سے پہلے سفر پر چلا گیا اور باقی وقت سفر میں گزرا تو اس سے قربانی ساقط ہے۔

مسئلہ: جو شخص حج پر گیا اور حساب سے شرعی مسافر بنتا ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں مثلاً ایک شخص ۲۵؍ ذی قعدہ کو مکہ مکرمہ پہنچا۔ اب چونکہ منیٰ عرفات جانے میں پندرہ دن سے کم ہیں اس لیے یہ شخص مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت بھی کر لے تب بھی مقیم نہیں مسافر ہی رہے گا۔ اس لیے خواہ یہ شخص حج سے پہلے مدینہ منورہ جائے یا نہ جائے بارہ ذی الحجہ تک یہ مسافر رہے گا اور اس پر قربانی واجب نہ ہوگی۔

قربانی کے جانور:

مسئلہ: بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی ان جانوروں کی قربانی درست ہے۔ ان کے علاوہ کسی جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: بکری سال بھر سے کم کی درست نہیں۔ جب پورے سال بھر کی ہو تب قربانی درست ہے۔ اور گائے، بھینس دو برس سے کم کی درست نہیں۔ پورے دو برس کی ہو چکے تب قربانی درست ہے۔ اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں ہے۔

تنبیہ: بکری جب پورے ایک سال کی ہو جاتی ہے اور گائے جب پورے دو سال کی ہو جاتی ہے اور اونٹنی جب پورے پانچ سال کی ہو جاتی ہے تو اس کے نچلے جبڑے کے دودھ کے دانتوں میں سے سامنے کے دو دانت گر کر دو بڑے دانت نکل آتے ہیں۔ نر اور مادہ دونوں کا یہی ضابطہ ہے۔ تو وہ دو بڑے دانتوں کی موجودگی جانور کے قربانی کے لائق ہونے کی اہم علامت ہے لیکن اصل یہی ہے کہ جانور اتنی عمر کا ہو اس لیے اگر کسی نے خود بکری پالی ہو اور وہ چاند کے اعتبار سے ایک سال کی ہوگئی ہو لیکن اس کے دو دانت ابھی نہ نکلے ہوں تو اس کی قربانی درست ہے۔ لیکن محض عام بیچنے والوں کے قول پر کہ یہ جانور پوری عمر کا ہے اعتماد نہیں کر لینا چاہیے اور دانتوں کی مذکورہ علامت کو ضرور دیکھ لینا چاہیے۔

مسئلہ: دنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کے جانوروں میں رکھیں تو سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو سال بھر سے کم لیکن چھ ماہ سے زائد عمر کے دنبہ اور بھیڑ کی قربانی بھی درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہیے۔

مسئلہ: جو جانور اندھا یا کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی روشنی سے زیادہ جاتی رہی ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: جس جانور کا ایک کان تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو یا دم تہائی سے زیادہ کٹی ہو تو قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: جو جانور اتنا لنگڑا ہے کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہے چوتھا پاؤں رکھا ہی نہیں جاتا یا چوتھا پاؤں رکھتا ہے لیکن اس سے چل نہیں سکتا اس کی بھی قربانی درست نہیں اور اگر چلتے وقت وہ پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے اور چلنے میں اس سے سہارا لگتا ہے لیکن لنگڑا کر چلتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: اتنا دبلا بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ ہو اس کی قربانی درست نہیں اور اگر اتنا دبلا نہ ہو تو دبلے ہونے سے کچھ ضرور نہیں۔ اس کی قربانی درست ہے لیکن موٹے تازے جانور کی قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ: جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں اور اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جتنے باقی ہیں ان سے اگر وہ چارہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ: جس جانور کی پیدائش ہی سے سینگ نہیں ہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے یا اوپر سے خول اتر گیا تو اس کی قربانی درست ہے۔ البتہ اگر سینگ جڑ سے یعنی دماغ کی ہڈی کے سرے سے ٹوٹ گئے ہوں یا اکھڑ گئے ہوں اور چوٹ کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: رسولی والے جانور کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: بکری کا اگر ایک تھن یا اس کا سرا کسی آفت سے جاتا رہا ہو یا پیدائش سے ہی نہ ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔ اونٹنی اور گائے کے اگر دو تھن یا ان کے سرے نہ ہوں تو قربانی نہ ہوگی اور اگر صرف ایک نہ ہو تو قربانی ہو جائے گی۔

مسئلہ: بکری کے ایک تھن اور گائے یا اونٹنی کے دو تھنوں سے دودھ اترنا بند ہو گیا ہو یعنی وہ سوکھ گئے ہوں اور باقی سے دودھ آتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: جلالہ یعنی وہ جانور جو نجاست کھاتا ہو اور اس کی وجہ سے اس کا گوشت بدبودار ہو گیا ہو تو اس حالت میں اس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: بکری کی زبان نہ ہو مثلاً کٹ گئی ہو تو اس کی قربانی درست ہے اور اگر گائے کی زبان تہائی یا زائد کٹی ہوئی ہو تو اس کی قربانی درست نہیں کیونکہ گائے اپنی زبان سے چارہ لیتی ہے جب کہ بکری اپنے دانتوں سے لیتی ہے۔

مسئلہ: جس دنبے کی پیدائشی چکتی نہ ہو اس کی قربانی درست نہیں اور اگر چکتی ہو لیکن اگر تہائی یا زائد کٹی ہوئی ہو تو قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: بانجھ جانور کی قربانی درست ہے خواہ وہ ابتداء ہی سے بانجھ ہو یا بعد میں ہو گیا ہو۔

مسئلہ: حاملہ جانور کی قربانی ہو جاتی ہے لیکن جس کی ولادت قریب ہو اس کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ بچہ جو پیٹ میں سے نکلے وہ اگر زندہ ہو تو اس کو بھی ذبح کر لیا جائے اور اس کا بھی کھانا حلال ہوگا اور اگر وہ مردہ نکلے تو اس کو کھانا جائز نہیں۔

مسئلہ: جانور خنثیٰ ہو اس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: خصی جانور کی قربانی درست ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے دو سینگ دار اور چتکبرے خصی مینڈھوں کی قربانی کی۔

مسئلہ: اگر جانور قربانی کے لیے خرید لیا تب کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس سے قربانی درست نہیں تو اس کے بدلے دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے۔ ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی کرنا واجب نہیں تو اس کے واسطے درست ہے کہ اسی جانور کی قربانی کر دے۔

مسئلہ: اگرخریدنے کے وقت جانورعیب دارتھا تو غریب کے لیےاس کی قربانی درست ہےاوراگرعیب دورہوجائے تو مال دار کے لیےبھی اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: اگر ذبح کرتے وقت کوئی عیب لگ جائےتو وہ معاف ہےاورقربانی درست ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: گائے،بھینس،اونٹ میں اگرسات آدمی شریک ہوکرقربانی کریں تو بھی درست ہےلیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہواورسب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہوصرف گوشت کی نیت نہ ہو۔اگرکسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہو گا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔مثلاً آٹھ آدمیوں نے مل کرایک گائے خریدی اوراس کی قربانی کی تو درست نہ ہوگی کیونکہ ہرایک کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔اسی طرح ایک بیوہ اوراس کےلڑکےکوترکہ میں گائے ملی اس مشترکہ گائے کی قربانی کی تو درست نہیں ہوئی کیونکہ اس میں بیوہ کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔

مسئلہ: گائے اونٹ میں بجائے سات حصوں کےصرف دوحصے ہوں یعنی دوآدمی مل کرایک گائے یااونٹ ذبح کریں اوراس طرح دونوں میں سےایک کےحصہ میں ساڑھے تین حصے ہوتے ہوں تو یہ جائز ہے کیونکہ دونوں میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہے۔اسی طرح اگرتین یا چاریاپانچ یاچھ آدمی مل کرایک گائے کی قربانی کریں تو جائز ہے۔

مسئلہ: چارآدمیوں نے مل کر چار بکریاں یکساں قیمت کی خریدیں اور ہر بکری پران میں سے ایک کا نام لگائے بغیران چاروں کو ذبح کر دیا گیا تو چاروں کی قربانی ہوگئی۔اگر چہ بہتر یہ ہے کہ ہر جانور پرایک خاص شخص کا نام لگادیا جائے۔کہ یہ فلاں کی ہےاوروہ فلاں کی ہے۔

مسئلہ: کسی نے قربانی کے لیے گائے خریدی اورخریدتے وقت یہ نیت کی کہ اگرکوئی اورمل گیا تو اس کوبھی اس گائے میں شریک کرلیں گےاورقربانی کریں گے۔اس کے بعد کچھ اورلوگ گائے میں شریک ہوگئےتو یہ درست ہے۔

مسئلہ: اگرمال دار کے بجائےغریب آدمی نے پوری گائے اپنی طرف سے کرنے کی نیت سےخریدی تو اس کے لیےشریک کرنا جائز نہیں۔لیکن اگرکسی کوشریک کرلیا تو جس کوشریک کیا ہےاس کی قربانی ادا ہوجائے گی لیکن اس غریب پر واجب ہے کہ جتنے حصےاس نے دوسروں کودیےان کا تاوان اس طرح ادا کرے کہ اگرابھی قربانی کے دن باقی ہیں تو اتنے حصےاورقربانی کردےاوراگرقربانی میں دن گزرگئےتوان حصوں کی قیمت مساکین کودےدے۔

مسئلہ: ایک شخص نے اپنی قربانی میں پورے گائے یااونٹ ذبح کی تو کل کا کل واجب قربانی میں شمارہوگااوراگرایک شخص نے اپنی قربانی میں دوبکریاں ذبح کیں توان میں سےایک واجب اورایک نفلی ہوگی۔

مسئلہ: سات آدمیوں نےقربانی کے لیےگائےخریدی پھرقربانی سے پہلےان میں سےایک مرگیا تو اگراس کےوارثوں نے جوسب بالغ ہوں میت کی طرف سےقربانی کرنے کی اجازت دے دی تو سب کی قربانی درست ہوجائے گی اوراگر اجازت لینے سے پہلے باقی شرکاءنےقربانی کردی تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔

دوسرے کی طرف سے قربانی کے مسائل:

مسئلہ: میت نے اپنے ترکہ میں سے قربانی کرنے کی وصیت کی ہو تو اگر ترکہ کے ایک تہائی میں سے قربانی کی جاسکتی ہو تو قربانی کی جائے گی اور اس کا سارا گوشت فقراء پر صدقہ کیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص یہاں موجود نہیں اور دوسرے شخص نے اس کی طرف سے اس کے کہے بغیر واجب قربانی کر دی تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوئی اور اگر گائے میں کسی غائب کا حصہ اس کے کہے بغیر تجویز کر دیا تو اور حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہیں ہوئی۔

مسئلہ: کوئی شخص اپنے مال میں سے بطور ایصال ثواب میت کی طرف سے قربانی کرے تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اپنی طرف سے ایک حصہ قربانی کر کے اس کا ثواب میت کو پہنچا دے۔ دوسرے یہ کہ اس میت کا نام قربانی کے حصہ پر قرار دے کر قربانی کرے۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں اور دونوں صورتوں میں قربانی کرنے والے کو اختیار ہے جتنا چاہے خود کھائے اور جتنا چاہے فقراء کو دے۔

مسئلہ: جو قربانی دوسرے کی طرف سے بطور ایصال ثواب کی جائے چونکہ وہ قربانی کرنے والے کی ملکیت ہوتی ہے اور دوسرے کو صرف ثواب پہنچتا ہے اس لیے قربانی کا ایک حصہ ایک سے زائد لوگوں کی طرف سے کیا جاسکتا ہے۔

قربانی کا گوشت اور کھال:

مسئلہ: یہ افضل ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرے۔ ایک حصہ اپنے لیے رکھے ایک حصہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے لیے اور ایک حصہ فقراء پر صدقہ کرے۔ اگر کوئی زیادہ حصہ فقراء پر صدقہ کر دے تو یہ بھی درست ہے اور اگر اپنی عیال داری زیادہ ہے اس وجہ سے سارا گوشت اپنے گھر میں رکھ لیا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: قربانی کا گوشت فروخت کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے فروخت کر دیا ہو تو اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: قربانی کی کھال یا تو یونہی خیرات کر دے یا اس کو فروخت کر کے اس قیمت صدقہ کر دے۔

مسئلہ: گوشت یا کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا کسی اور نیک اور رفاہی کام میں لگانا جائز نہیں۔ صدقہ ہی کرنا چاہیے۔

مسئلہ: جس طرح قربانی کا گوشت غنی کو دینا جائز ہے اسی طرح کھال بھی غنی کو دینا جائز ہے جب کہ اس کو بلاعوض دی جائے اس کی کسی خدمت وعمل کے عوض میں نہ دی جائے۔ غنی کی ملک میں دینے کے بعد وہ اگر اس کو فروخت کر کے اپنے استعمال میں لانا چاہے تو جائز ہے۔

مسئلہ: گوشت یا چربی اور اس کی کھال کافر کو بھی دینا جائز ہے بشرطیکہ اجرت میں نہ دی جائے۔

مسئلہ: گوشت یا چربی یا کھال کو مزدوری میں نہ دے بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دے۔

مسئلہ: سات آدمی گائے میں شریک ہوئے اور آپس میں گوشت تقسیم کریں تو تقسیم میں اٹکل سے کام نہ لیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں کیونکہ کسی حصہ کے کم یا زیادہ ہونے میں سود ہو جائے گا خواہ شریک اس پر راضی بھی ہوں۔ اور جس

طرف گوشت زیادہ گیا ہے اس کا کھانا بھی جائز نہیں۔ البتہ اگر گوشت کے ساتھ سری پائے اور کھال کو بھی شریک کرلیا تو جس طرف سری پائے یا کھال ہو اس طرف اگر گوشت کم ہو تو درست ہے چاہے جتنا کم ہو۔ جس طرف گوشت زیادہ ہو اس طرف سری پائے بڑھائے گئے تو اب بھی سود رہا۔

مسئلہ: اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہیں اور وہ سب آپس میں تقسیم نہیں کرتے بلکہ ایک ہی جگہ کچا یا پکا کر فقراء و احباب میں تقسیم کریں تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: تین بھائی یا زیادہ یعنی سات بھائی تک ایک گائے میں شریک ہوں اور کہیں کہ اپنی اپنی ضرورت کا گوشت لے اور باقی فقراء پر تقسیم کردو تو یہ جائز نہیں بلکہ یا تو پہلے کچھ فقراء کو دے کر پھر باقی کو برابر برابر تقسیم کرلیں یا پہلے برابر برابر تقسیم کریں پھر ہر ایک اپنے حصہ میں سے فقراء کو دے۔

متفرق مسائل:

مسئلہ: اونٹ میں نحر افضل ہے اور ذبح بھی جائز ہے جب کہ گائے بکری میں ذبح مستحب ہے۔

مسئلہ: تنہا ایک شخص پوری گائے ذبح کرے تو پوری گائے ایک قربانی ہو کر کل کی کل واجب ہوگی۔

مسئلہ: اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر کوئی خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو یا اس کی ہمت نہ ہوتی ہو تو کسی اور سے ذبح کرالے اور ذبح کے وقت جانور کے سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔

مسئلہ: قربانی کرتے وقت زبان سے نیت کہنا اور دعا پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر دل میں خیال کرلیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں پڑھا فقط زبان سے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کردیا تو بھی قربانی درست ہوگئی۔ لیکن اگر یاد ہو تو دعا پڑھ لینا بہتر ہے۔ ذبح سے پہلے کی یہ دعا ہے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ.

ذبح کے بعد کی دعا:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَخَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

مسئلہ: قربانی کی رسی وغیرہ سب چیزیں خیرات کردے۔

مسئلہ: جس پر قربانی واجب تھی لیکن اس نے برسوں قربانی نہیں کی تو گناہ کی معافی بھی مانگے اور جتنے سالوں کی قربانی رہ گئی اس قدر قیمت کا صدقہ کردے۔

مسئلہ: قربانی سے پہلے قربانی کے جانور کا دودھ دوہا ہو یا اس کی اون اتاری ہو تو اس کو صدقہ کرنا لازم ہے۔

(مطبوعہ: مسائل بہشتی زیور)

سیرت وسوانح امیر المؤمنین خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ سلام اللہ ورضوانہ علیہ

جمعۃ المبارک، ۲۳/رجب ۱۳۹۸ھ/۳۰/جون ۱۹۷۸ء، وہاڑی (آخری قسط)

خطاب: مولانا سید ابو معاویہ ابوذر حسنی بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عمر نے ترکیب جو نکالی ہے سبحان اللہ۔ اُن کی تو بالکل غیر محرم تھیں۔ حضور کی تو پھر بھی محرم تھیں تو حضور نے ہاتھ نہ لگایا۔ عمر ابن خطاب کی کیا لگتی تھیں؟ اُن کی تو کچھ بھی نہیں لگتی تھیں۔ فرمانے لگے کہ ہند پیالے میں ہاتھ ڈال۔ تو ہند نے یوں ہاتھ ڈالے۔ بڑا پیالہ تھا۔ سامنے سے حضرت عمر نے ہاتھ ڈال دیے۔ پانی سے پانی تو ملا ہے، ہاتھ سے ہاتھ نہیں ملا۔ حضرت عمر ابن خطاب حضور کے کلمات دہرائے ہوئے پڑھتے تھے اور اُدھر سے بی بی ہند کہتی تھیں۔ وہ کہتے تھے کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ، اُدھر سے بی بی ہند کہتی تھیں اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ، پڑھنا شروع کیا اور ساری توبہ کے الفاظ کہے۔ میں توبہ کرتی ہوں کہ لَا اُشْرِکَ بِاللّٰہِ وَ لَا اَکْفُرُ بِاللّٰہِ، میں شرک نہیں کروں گی، میں کفر نہیں کروں گی۔ کرتے کرتے فقرہ آیا کہو وَ لَا أَسْرِقُ شَیْئاً میں چوری نہیں کروں گی۔ ہاتھ پیچھے کھینچ لیے۔ آپ نہیں سمجھتے کہ قصہ کیا ہے؟ میں نے پڑھا تو میں اُچھل گیا۔ مجھے تو وہ عربوں والی فطرت نہ سہی خون تو میرا ہے چاہے تیرا برس گزر گئے اب بھی میرے خون میں وہ قطرہ تو ہے عربی خون کا۔ مجھے تو اس کا نشہ آیا ادب کی وجہ سے۔ میں آپ کو نہیں بتا سکتا کہ کیا نشہ ہے؟ یوں میں سمجھا نہیں سکتا کہ وہ کیا ادا ہے؟ ہاتھ پیچھے کھینچ لیے۔ عمر بولے مَا لَکِ یہ کیا ہوا؟ کہنے لگیں یا رسول اللہ! میں آپ کے ہاتھوں پر سچی توبہ کر رہی ہوں، کہنے لگیں پھر میں جھوٹ نہیں بول سکتی۔ یہ کافر ہے۔ ابھی پکی مسلمان نہیں، ابھی اسلام شروع ہوا ہے۔ کہنے لگے وہ کیسے؟ کہنے لگیں أَنَا أٰخُذُ مِنْ مَالِ أَبِیْ سُفْیَانَ بِغَیْرِ علمہٖ، میں تو اپنے شوہر ابوسفیان کی چیزیں نکال لیتی ہوں بغیر پوچھے اور آپ مجھ سے وعدہ لے رہے ہیں کہ میں چوری نہیں کروں گی، میرا فیصلہ کیجیے کہ میں جھوٹ نہیں بول سکتی اور میں ابوسفیان سے پوچھے بغیر اس کا مال لیے بغیر رہ نہیں سکتی، کہنے لگے: وہ کیوں؟ کہنے لگیں: یا رسول اللہ!

اِنَّ أَبَا سُفْیَانَ رَجُلٌ شَحِیْحٌ لَا یُعْطِیْنِیْ مَا یَکْفِیْنِیْ وَ وَلَدِیْ. (تطہیر الجنان، ص: ۸)

ابوسفیان کنجوس آدمی ہے۔ مجھے اتنا خرچ بھی نہیں دیتا جو مجھے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو سکے۔

وہ بات کیا تھی؟ وہ قصہ یہ تھا کہ شاہانہ مزاج تھا، زیادہ خرچ کرنے کو جی چاہتا تھا۔ ابوسفیان نگرانی کرتے تھے۔ ابوسفیان بخیل نہیں تھے وہ تو عرب کے سردار تھے، وہ کنٹرولر تھے، سخت گیر تھے۔ کیوں خرچ کیا؟ کہاں خرچ کیا؟ یہ نہیں کہ وہ دیتے نہیں تھے لیکن بیوی صاحبہ کے معیار سے کم تھا۔ کہنے لگیں:

اِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ بَخِيْلٌ وَ لَا يُعْطِيْنِيْ مَا يَكْفِيْنِيْ اِلَّا أَخَذْتُ مِنْهُ مِنْ غَيْرِ عِلْمِهٖ.

(تطہیر الجنان، ص:۹۔ طبع، دار الطباعت المحمد یہ الازہر، مصر)

بلا شک ابوسفیان کنجوس آدمی ہے۔ اور مجھے اتنا خرچ بھی نہیں دیتا جو میرے لیے کافی ہو سکے۔ ہاں جو کچھ میں اُس کے مال میں سے اُس کے بتائے بنا (چوری) لے لوں (بس اُس سے گزارہ کرتی ہوں)

یارسول اللہ! وہ تو بڑا بخیل آدمی ہے۔ کنجوس ہے، وہ تو مجھے دیتا کچھ نہیں۔ فرمایا: ''پھر تم کیا کرتی ہو؟'' کہنے لگیں: وہ باہر جاتا ہے میں چیزیں نکال کر خرچ کرتی ہوں۔ مسکرا اٹھے، فرمایا ترکاری اور کھانے پینے کی چیزیں لے لیا کرو، سونا چاندی نہ لیا کرو کیونکہ سونا چاندی اور پیسہ جو ہے یہ زندگی کا مدار ہے۔ خاوند کی کمائی ہے۔ اس میں سے مت لینا بغیر خاوند کی اجازت کے۔ باقی اگر مر رہی ہو اور کھانے پینے کو نہ دے تو کھانے کی چیز نکال لو۔ کیونکہ اُس کے فرائض میں ہے۔ اگر یہ مہیا نہیں کرتا تو ظالم قرار پائے گا اور اگر پیسہ نہیں بھی دیتا تو کوئی بات نہیں۔ پیسہ کما کر لانا اُس کا فرض ہے، خرچ کرنا اُس کا فرض ہے۔ دیکھئے کیا حد بندی ہے۔ فرمایا: سیاہ اور سبز رنگ کی چیزیں لے لینا، پانی، کھجور، سبزی، سرخ اور سفید یعنی سونا چاندی نہ لینا، سونا چاندی مرد کی کمائی کی جان ہے۔ وہ اگر لو گی تو خائن بن جاؤ گی۔ اب بھی مسئلہ یہی ہے۔ خاوند کی اجازت کے بغیر سونا، چاندی، نقد پیسا نہیں لینا چاہیے اور عورت اگر بھوکی مر رہی ہو اور خاوند کما کر نہیں لایا، نکھٹو ہے یا اگر دور چلا گیا، بھوک لگ رہی ہے، بچے بلک رہے ہیں، رو رہے ہیں تو کیا اُس کا انتظار کرے؟ پھر مر جائے؟ یہ کوئی شریعت نہیں، اگر خاوند نے کہا کہ دیکھنا! اگر تم نے میری اجازت کے بغیر دو سیر سے زیادہ اناج خرچ کیا، دو دنوں میں تو میں ایسی کی تیسی پھیر دوں گا۔ غلط بات ہے۔ اگر وہ تین سیر بھی خرچ کرتی ہے تو کرے کیونکہ اس کو روٹی تو کھانی ہے، وہ اس کی لازمۂ حیات ہے۔ جب سلسلہ طے ہو گیا تو پھر کہا۔ اب میں وعدہ کرتی ہوں یارسول اللہ کہ لَا اَسْرِقُ شَيْئًا میں کوئی چیز نہیں چراؤں گی۔ جناب مسائل طے کرائے ہیں۔ اسلام کیا قبول کیا ہے، اُمّت کے مسائل حل ہوئے ہیں اور پھر پانی میں ہاتھ رکھ دیے۔ اب آخری فقرہ ہے۔ میں آپ کو یقین دلاؤں جب میں نے پڑھا میں اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے، اباجی کو سنایا۔ اللہ اکبر کا نعرہ لگا گئے۔ فقرہ آگے آیا، وَلَا اَزْنِيْ، میں بدمعاشی بدکاری نہیں کروں گی۔ ہاتھ کھینچ لیے، مبہوت ہو گئیں۔ دانتوں میں انگلیاں لیں، کہنے لگے: کیا ہوا ہند؟ کہنے لگیں یارسول اللہ! کیا کوئی شریف زادی اور حلالی عورت زنا کر سکتی ہے؟ یہ کفر کی حالت میں رسول اللہ کی ایک کافرسا س کا عقیدہ اور عمل ہے۔ اُس دور کی کافر عورت کا یہ کریکٹر ہے، ابوسفیان کی بیوی کا، وَ هَلْ تَزْنِيْ الْحُرَّةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ (تطہیر الجنان، ص:۹) کہنے لگیں یہ آپ مجھ سے کیا وعدہ لے رہے ہیں میں تو حیران ہوں کہ یہ کوئی وعدہ کرنے کی چیز ہے کہ میں زنا نہیں کروں گی۔

کوئی شریف زادی اور حلالی عورت زنا کر سکتی ہے۔ یہ لکھا ہے کہ پیغمبر چپ ہو گئے اس کا جج کون ہے، اللہ کا حکم ہے چاہے وہ زنا کرے نہ کرے، غیر معصوم ہونے کے باعث کوئی عورت کر تو سکتی ہے نا؟ عملی جواب کا مفہوم کیا ہے، بات

سمجھیں کہ وہ کرنہیں رہی کرتو سکتی ہے۔تو جواب یہ ہے پیشگی وعدہ کروتا کہ کچھ شرم وحیا آ جائے۔تو فرمایا: یہ تو اللہ کا حکم ہے کرنا پڑے گا، پھر ہاتھ رکھے اور پورا عہد ہوا۔ یہ بی بی ہند کے اسلام کا قصہ ہے۔

بس یہاں اسلام قبول کرنے کے بعد یہی بی بی ہند جوتھیں، وہ رسول اللہ کی ماں ہیں اوراب ہماری بھی ماں ہیں۔رسول اللہ کی بیٹی بھی ہماری ماں ہے۔رسول اللہ کی ماں بھی ہماری ماں ہے، رسول اللہ کی بیوی بھی ہماری ماں ہے۔رسول اللہ کی ساس بھی ہماری ماں ہے۔نہیں؟ رسول اللہ کے گھر کی باندی بھی ہماری ماں ہے۔اس گھر کا ہر فرد ہمارے لیے سردار ہے۔جب اتنے دور کے رشتہ دار ہمارے لیے سردار ہیں تو کیا اُن کے قریب کے رشتہ دار ہمارے سردار نہیں ہوں گے؟ ہم تو سب کو ماننے والے ہیں۔اُن کی بیٹی بھی ہماری ماں ہے، اُن کا بیٹا ہے تو وہ بھی ہمارا باپ ہے، ہمارے تو سبھی بزرگ ہیں۔یہ تو دور کے رشتہ دار ہیں اور بڑی مشکل سے مسلمان ہوئے، جب اُن کا یہ مقام ہے تو جو قریبی اور پہلے کے پکے مسلمان ہیں، اُن کا مقام کیا ہوگا؟ بات سمجھ میں آئی ہے؟ تو یہ غلط فہمی شیطان ڈالتا ہے۔جھوٹے واعظ، جھوٹے مولوی، دکاندار واعظ کہ دیکھو جی علی کے مقابلہ میں لے آئے۔کوئی کسی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔علی کا اپنا مقام ہے، معاویہ کا اپنا مقام ہے۔(رضی اللہ عنہم) ہر ایک کا اسلام اللہ کی طرف سے آیا ہے، ہر ایک کے اسلام کی تصدیق پیغمبر علیہ السلام نے کی ہے۔تو جو جس درجہ کا بھی ہو، ہم درجہ میں بھی نہیں جائیں گے، ہمیں تو رسول اللہ کا حکم ماننا ہے۔آپ کا عمل جو ہے اُسے تسلیم کرنا ہے۔جس کو آپ نے مسلمان کہا وہ ہمارا سردار اور جس کو آپ نے نہیں قبول کیا چاہے وہ پھر آسمان سے اُتر آئے ہم اُسے کبھی بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔تو یہ ہے حضرت بی بی ہند کا حال۔تو آپ دیکھ لیں کہ اس واقعہ کے بعد ابو سفیان اس سے چند گھنٹے پہلے صبح کو مسلمان ہو گئے تھے۔اس کے متعلق حسبِ ذیل روایت قابلِ غور وملاحظہ ہے:

فَلَمَّا رَاٰہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ وَیْحَکَ یَا اَبَا سُفْیَانَ اَلَمْ یأْنِ لَکَ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ مَا اَحْلَمَکَ وَ اَکْرَمَکَ وَ اَوْصَلَکَ لَقَدْ ظَنَنْتُ اَنْ لَّوْ کَانَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰہٌ غَیْرُہٗ لَقَدْ اَغْنٰی شَیْئاً بَعْدُ قَالَ وَیْحَکَ یَا اَبَا سُفْیَانَ اَلَمْ یأْنِ لَکَ اَنْ تَعْلَمَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ مَا اَحْلَمَکَ وَ اَکْرَمَکَ وَ اَوْصَلَکَ اَمَا وَاللّٰہِ ھٰذِہٖ فَاِنَّ فِیْ النَّفْسِ حَتّٰی الْاٰنَ مِنْھَا شَیْئاً۔

(عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر للاِمام المحدث ابن سید الناس الشافعی الیعمریّ الاشبیلی الاندلسی المصری رحمۃ اللّٰہ علیہ. المولود فی ذی القعدۃ الحرام ۶۷۱ھ، مئی ۱۲۷۳ء، المتوفی فی شعبان ۷۳۴ھ، اپریل ۱۳۳۴ء، طبع مصر: ۱۳۵۶ھ، ۱۹۳۷ء)

ترجمہ: جب ابوسفیان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (فتح مکہ کے روز سَحَر کے وقت فتح سے چند گھنٹے پہلے صحابہ کے ہاتھوں گرفتار ہونے کے بعد) دیکھا تو فرمایا: ”اے ابوسفیان! تجھ پر افسوس ہے، کیا تیرے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ تو اس

عقیدہ کو صحیح طور پر جان لیتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟'' تو ابوسفیان نے (جواباً) کہا کہ: ''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ جیسا انتہائی حلیم و بردبار اور آپ جیسا شریف اور سخی اور کون ہوگا؟ اور آپ جیسا بے انتہا صلہ رحمی اور قرابت داری کا لحاظ کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے؟ بلاشک مجھے یقین ہوگیا ہے کہ اگر اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود ہوتا تو پھر آج کچھ دیر تک تو میرے لیے ضرور کافی ہوجاتا۔'' اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوسفیان! تجھ پر افسوس ہے، کیا تیرے لیے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ تو اس حقیقت کو جان لیتا کہ میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں؟'' (تو اس پر) ابوسفیان نے (جواباً) کہا کہ: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں، آپ جیسا بے انتہا صلہ رحمی اور قرابت داری کا لحاظ کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے؟ صاف سن سمجھ لیجیے اللہ کی قسم یہ جو عقیدہ ہے اسی کے متعلق میرے دل میں ابھی تک شک وشبہ موجود ہے۔''

ظہر کی نماز کے وقت بی بی ہند مسلمان ہوئیں۔ بیٹے بھی دونوں یزید اور معاویہ بھی پہلے مسلمان ہوچکے تھے۔ وہ گھر جو تیرہ ساڑھے چودہ برس تک رسول اللہ کے سامنے جہنم کا نمونہ بنا رہا، جیسے جہنم آنکھوں کے سامنے نظر آتی رہے اور مؤمن اس کو دیکھ کر گھبراتا ہے کہ یہ کیا عذاب ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مکہ میں یہ لوگ کفر کا جہنم بنے ہوئے تھے۔ لیکن پھر وہ وقت آیا۔ اب جو میں بات بتانے لگا ہوں غور سے سنیں، یہی بی بی اس نے جب کلمہ پڑھ لیا تو وہیں سے ساتھ ہوئیں مکہ مکرمہ سے اجازت لی کہ حضور ہمیں اپنے ساتھ رکھیے۔ کہنے لگے کہ بالکل حاضر۔ ساتھ گئے تو جاتے ہی غزوۂ طائف پیش آیا اور وہ ابوسفیان جس کے ہاتھوں سے ایک منٹ بھی مسلمانوں کو چین نصیب نہیں ہوتا تھا تو غزوۂ طائف میں جو گئے پہلی دفعہ آنکھ میں تیر آ کر کے لگا۔ ایک آنکھ وہیں ختم ہوگئی۔ وہی بی بی ہند جو غزوۂ اُحد کے اندر اپنے کافر فوجیوں کو بھڑکاتی تھیں:

نَحْنُ بَنَاتُ الطَّارِقِ   نَمْشِیْ عَلَی النَّمَارِقِ

اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقِ   اَوْ تُدْبِرُوْا نُفَارِقِ

ترجمہ: ''ہم تو ریشمی غالیچوں پر چلنے والی شہزادیاں ہیں۔ ہم تو ستاروں کی اولاد ہیں۔ ہم زمین کی رہنے والی نہیں ہیں۔ اگر تو تم فاتح بن کر کامیاب ہوکر دشمن کو مار کر کے آئے تو ہم تمھیں گلے لگائیں گی اور اگر تم نے پیٹھ پھیری اور بھاگ گئے تو قیامت تک ہم تم کو چھوڑ دیں گی۔''

انھی بی بی ہند نے پھر غزوۂ یرموک میں مسلمانوں کی طرف سے گیت پڑھے اور نعرے لگائے۔ وہاں کافروں کی طرف سے تھا یہاں مسلمانوں کی طرف سے۔ تو حضور کی وہ دعا کہ ''میں بھی تمھارے لیے یہی تمنا اور آرزو کرتا ہوں کہ اللہ تمھیں اور تمھارے خاندان کو اتنی عزت دے کہ دنیا دیکھتی رہے۔ حضور کی یہ دعا پوری ہوئی اور قرآن کی یہ آیت پوری ہوئی:

عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِّنْهُمْ مَوَدَّةً
وَاللّٰهُ قَدِیْرٌ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْم. (ممتحنہ:۷)

یہ معاملہ بہت نزدیک آلگا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اور اُن لوگوں کے درمیان، جن سے تم دشمنی کرتے رہے ہو

دلی محبت ڈال دیں۔ اور اللہ ہر چیز پر قابو یافتہ ہیں اور اللہ بہت پردہ پوش اور بڑے مہربان ہیں۔

ہمارا دماغ خراب نہیں، علماء کا دماغ خراب نہیں۔ اُمّت گمراہ نہیں ہوئی، پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اُمّت کی اکثریت کبھی گمراہ نہیں ہوگی، کبھی گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی۔ لَا تَجۡمَعُ اُمَّتِیۡ عَلٰی ضَلَالَۃٍ، معاذ اللہ مسلمانوں کا ایک پورا ملک گمراہ ہوسکتا ہے، آدھی دنیا گمراہ ہوسکتی ہے لیکن حضور کی حدیث یاد رکھیں، حضور پاک فرماتے ہیں کہ میری ساری اُمّت دنیا میں جتنے بھی مسلمان ہیں یہ کبھی بھی کسی غلط عقیدہ پر اکٹھے نہیں ہوں گے۔ یہ الفاظ یاد رکھیں، ساری اُمّت جو حضور کی ہے کبھی کسی غلط عقیدہ پر اکٹھی نہیں ہوگی۔ ایک ملک غلط عقیدہ پر ہوسکتا ہے، مثال کے طور پر اگر خدانخواستہ سارا ملک دہریہ ہوجائے، سارے دہریے ہوجائیں، یا اللہ نہ کرے سارے ہندو ہوجائیں یہ تو ہوسکتا ہے لیکن ساری دنیا کے مسلمان کافر ہوجائیں ایسا قیامت تک کبھی نہیں ہوگا۔ اللہ کا ارشاد، پیغمبر کی حدیث، اللہ کا علم یہ ایک ہی چیز ہے۔ وحی کی بنیاد ایک ہی چیز ہوتی ہے۔ اللہ کا علم۔ پیغمبر جو کچھ فرماتے ہیں اللہ کی مرضی سے اور اللہ جو فرماتا ہے وہ تو اپنی مرضی سے ہے ہی۔ یہ یاد رکھیے کہ جو کچھ بھی ہم یہ کہتے ہیں، سنتے ہیں یا سناتے ہیں، یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور اللہ کریم کے ارشادات کی روشنی میں ہے اور اس لیے ہے کہ جن کی عزت کے لیے اللہ کے رسول نے دعا کی، جس خاندان کے معزز ہونے کی تمنا پیغمبر نے کی، جس خاندان اور رسول اللہ کے درمیان محبت پیدا کرنے کا اللہ نے وعدہ کیا، اگر ہم اُس کی محبت کا اظہار کرتے ہیں تو ہم مجرم کیوں ہیں؟ اگر ہم اُن کی عزت کرتے ہیں تو پھر ہم مجرم کیوں ہیں؟ اگر ابوسفیان، ہند، یزید، معاویہ اس خاندان کی عزت کرنا اگر معاذ اللہ علی رضی اللہ عنہ کی دشمنی ہوتا تو رسول اللہ یہ دعا کبھی نہ کرتے۔ رسول اللہ اپنے داماد اور چچازاد بھائی کے دشمن تو نہیں ہیں، چلو ہم سے کوئی خارجی ہوسکتا ہے، ہم میں سے کوئی معاذ اللہ علی کا دشمن بن جائے، ہوتو سکتا ہے؟ ناممکن تو نہیں، خارجی پہلے بھی ہوئے لیکن پیغمبر کو تو علی سے محبت تھی، انھوں نے علی کے ہوتے ہوئے معاویہ کے خاندان کی عزت کی تمنا کیوں کی؟ اس تاریخ کو شیعہ بھی مانتے ہیں، سُنّی بھی مانتے ہیں، خارجی بھی مانتے ہیں، رافضی بھی مانتے ہیں، سارے دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اس بارے میں متفق ہیں کہ یہ حضور کی دعا ہے۔ تو معلوم ہوا اس خاندان کی عزت کی تمنا کرنا یا اس خاندان کے جو مسلمان لوگ ہیں اُن کی عزت کرنا، اُن کی عزت کے لیے کوئی ذریعہ اختیار کرنا، یہ عین دعاءِ رسول کا تقاضا ہے اور اس خاندان کی محبت کرنا، ان میں کسی سے محبت کرنا۔ میں نے کہا تھا کہ یہ کوئی رسم نہیں ہے۔ رسم وہ ہے جو ہم اپنی طرف سے مسئلہ گھڑ کے بنائیں۔ یہ تو اللہ کے رسول کا ارشاد ہے۔ اللہ کا اپنا ارشاد ہے تو میں نے وہ بات آپ کو بتادی جو عام حالات میں کبھی سننے میں نہیں آئی۔ میں نے جوڑ بتادیا اس آیت اور اس حدیث کا، اس کو یاد رکھیں۔ ایک بات اور ہے وہ ان شاء اللہ زندگی رہی تو پھر بتاؤں گا۔

اب دعا کرتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے بھی آپ کو بھی اور میاں عزیز شاہد کو بھی، ان کے بھائیوں کو، ان کے خاندان کو اور ان کی نسل کو اپنے دین پر قائم رکھیں۔ ان سے اور ہم سے اپنی رضا کے مطابق کام لیں۔ ہمیں توفیق بخشیں کہ اسلام کے جو ہیرو ہیں، جو اُمّت کے محسن ہیں، وہ حضور کے دادوں کا خاندان ہو یا نانی کا خاندان ہو، حضور کی آل اولاد ہو،

رشتہ دار ہوں، جتنے بھی مسلمان اور صحابہ گزرے ہیں، پروردگار ہمیں سب کو اُن کا خادم اور نوکر بنائیں، ہمیں صحابہ کرام کا پیروکار بنائیں۔ ہمیں سب کی عزت اور محبت نصیب فرمائے اور ہمیں ہم جب تک زندہ ہوں، اُن کی عزت اور حرمت کا مبلغ بنائیں۔ ہماری نسلوں کے اندر بھی یہ نیکی دائم و قائم رہے اور یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس محفل کو قبولیت عطا کریں۔ اس میں ریاکاری، مکاری، کوئی دنیاداری، کوئی ہیرا پھیری نہ ہو۔ ہم نے جو کچھ کیا اللہ اُس کو اپنی رضا سمجھ کر قبول فرمائیں اور اس میں برکت ڈالیں، تاکہ اس کے نتیجہ میں اور مسلمان بھائیوں کو اس کی ترغیب ہو کہ وہ خاندانِ رسول، خاندانِ جدّ رسول اور اس خاندان میں جتنے بھی مسلمان ہیں، سب کی یاد منانے کی پاکیزہ مہم میں شریک اور معاون بن جائیں۔ (آمین ثم آمین)

ایک کی بات نہیں کرتا۔ سب کے لیے محفل کرو۔ ہم تو موجبِ ثواب سمجھتے ہیں۔ علی کے لیے محفل ہے تو موجبِ ثواب ہے۔ معاویہ کے لیے محفل ہے تو بھی موجبِ ثواب ہے۔ صدیق، عمر، عثمان کے لیے ہے وہ بھی موجبِ ثواب ہے۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ جب کوئی بیماری ہوتی ہے، علاج اُس کا کیا جاتا ہے۔ اگر سر درد ہو تو ٹانگ کی مالش نہیں کی جاتی، مالش سر کی ہی کی جاتی ہے۔ اگر اختلاجِ قلب کا دورہ ہو تو سر پر پٹی نہیں باندھی جاتی بلکہ ورید میں ٹیکا لگایا جاتا ہے تاکہ خون کی گردش تیز ہو، اس کی رگیں خون کی جو سکڑ گئی ہیں وہ کھل جائیں، دورانِ خون ٹھیک ہو جائے، حرکتِ قلب ٹھیک ہو جائے۔ پیٹ میں درد ہو تو کانوں میں دوا ڈالی نہیں جاتی۔ آنکھوں میں تکلیف ہو تو ناک میں دوا نہیں چڑھائی جاتی۔ جہاں تکلیف ہو جیسی تکلیف ہو، علاج وہاں کیا جاتا ہے۔ یاد رکھیے صحابہ کرام کی توہین، صحابہ کرام سے دشمنی، خاندانِ ابوسفیان سے دشمنی، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ابوبکر کی یاد اپنے وقت پر ہو لیکن جب خاندانِ معاویہ بن ابی سفیان، خاندانِ یزید بن ابی سفیان، خاندانِ ابی سفیان بن حرب، جب اُن کی عزت و آبرو کا سوال آئے تو پھر اُنھی کا نام لیا جائے گا کیونکہ جہاں بیماری ہوگی علاج وہیں ہوگا۔ اگر ابوبکر صدیق کی عزت کا سوال آئے گا، اس وقت میں ہم امیر معاویہ کی بحث نہیں کریں گے۔ اس وقت میں ابوبکر صدیق کا نام زیادہ لیں گے اور جب امیر معاویہ کی عزت کا مسئلہ آئے گا تو پھر ابوبکر کو سب سے اونچا سمجھنے کے باوجود اس وقت میں ذکر ہم امیر معاویہ کا زیادہ کریں گے اور جب حضرت عائشہ کی عزت وحرمت کا مسئلہ آئے گا، تو ہم حضور کی بارہ بیبیوں کی عزت کریں گے، انھیں ماں سے زیادہ سمجھیں گے۔ لیکن تقریر امیر معاویہ پر نہیں ہوگی، پھر سیرتِ عائشہ پر تقریر ہوگی۔ تو جیسی بیماری ویسا علاج، جیسی ضرورت ویسا جواب۔ امیر معاویہ کی محفل منانے کی ضرورت اس لیے ہے کہ رافضیوں کے پروپیگنڈے سے، منکرین حدیث کے پروپیگنڈے سے، کمیونسٹوں کے پروپیگنڈے کی وجہ سے، بے دینوں کے پروپیگنڈے کی وجہ سے ہمارے عوام ہی نہیں بلکہ اچھے پڑھے لکھے مسلمان بھی گمراہ ہیں اور اس گمراہی کا علاج بجز اس کے کچھ نہیں کہ امیر معاویہ کی سیرت بیان کی جائے۔ ان کی ولادت کا قصہ بیان کیا جائے، اُن کی وفات کے حالات بیان کیے جائیں۔ حضور کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کرنے اور وفات کے درمیان انھوں نے چالیس برس اسلام کی جو خدمت کی۔ وہ سب کچھ بیان کیا جائے تاکہ مسلمانوں کو پتا چلے کہ

اندرونی آپس میں بھائیوں والے اختلافات کے باوجود اللہ اور اللہ کے رسول کے نزدیک اُن کا مرتبہ اور درجہ کیا تھا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں اس حق کو سمجھنے، ماننے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین ثم آمین)

میں آپ سے التماس کروں گا کہ اس سلسلہ کو آگے چلائیں، گھروں میں ایک مہینے بعد، ڈیڑھ مہینے بعد، دو مہینے بعد محفل رکھیں۔ اس کا اعلان ہو۔ آپ قرآن خوانی کریں، اُن کی یاد ہو، اُن پر بیان ہو، اُن کی سیرت ذکر کی جائے۔ عالم کو بلائیں، خطیب کو بلائیں، خود کھڑے ہو جائیں، تبلیغی جماعت کی نقل میں خود کوئی کتاب سیرتِ صحابہ کی لے کر گھنٹہ دو گھنٹے اُن کی سیرت بیان کریں۔ اپنے گھر کے دروازے کھول دیں۔ کوئی لاؤڈ سپیکر ہو نہ ہو، کوئی اجازت نامہ ہو نہ ہو۔ کسی چیز کی کوئی ضرورت نہیں۔ اپنے گھر کے صحن میں محفل کریں، عورتوں کی محفل کریں، بچوں کی محفل منعقد کریں۔ اگر مجھ سے ہوسکا تو میں بھی حاضر ہوں گا۔ کام کریں آپ۔ کام کرنے سے ہی ہوگا۔ ذرا اس کے لیے تکلیف اٹھائیں۔ آپ جدوجہد کریں۔ یہ بھی چلّہ ہے۔ چلّہ صرف ایک ہی نہیں ہوتا۔ تبلیغ کا چلّہ بازاروں میں پھرنا بھی ہے۔ تبلیغ کا چلہ اپنے گھر میں گالیاں کھانا بھی ہے۔ تبلیغ کا چلہ بیوی سے بحث مباحثہ بھی ہے، تبلیغ کا چلّہ اپنی اولاد سے لڑنا جھگڑنا بھی ہے اور تبلیغ کا چلّہ صحابہ کی خاطر گالیاں کھانا بھی ہے۔ تبلیغ کی پھر بہت بڑی عظمت یہ بھی ہے کہ پوری دنیا کی قوموں سے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ٹکرا جاؤ۔ پھر اپنے دین اور قرآن کی خاطر پوری دنیا کو چیلنج کردو۔ یہ سب تبلیغ کے درجات ہیں، کوئی بھی تبلیغ سے خارج نہیں۔

صرف یہی تبلیغ نہیں کہ مسواک کرو تو ستر ہزار حوریں مل جائیں گی۔ ایک حور بھی نہ ملے۔ ہم اندھے مقلد ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے، انھوں نے فرما دیا مجھے محبوب ہے۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے پہلے جنت کی شکل بھی نہ دیکھ سکیں گے۔ ہم سے حضور راضی ہو جائیں ہمیں سب کچھ مل جائے گا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ڈرتا ہوں یہ تم پر فرض نہ ہو جائے۔ لیکن میں تمھیں کہتا ہوں کہ مسواک کرو۔ وفات کے وقت میں بھی یوں دیکھا حضرت عائشہ کو۔ کوئی بھی راز نہیں سمجھا۔ علی پاس کھڑے تھے۔ عباس پاس کھڑے تھے۔ حضرت عباس کے فرزند فضل، قُثم وغیرہ پاس کھڑے تھے۔ حضرت عائشہ کو یوں دیکھا۔ فرمانے لگیں تم نہیں سمجھے کہ کیا فرماتے ہیں، وہ میں سمجھ گئی۔ مسواک لاؤ۔ راز دارِ نبوّت نے سمجھا کہ ان آنکھوں کے اشارہ کا کیا مطلب ہے؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسواک لے کر اپنے منہ میں خود چبائی۔ وہ فرماتی ہیں کہ دنیا میں مجھ سے بھی زیادہ کوئی خوش نصیب ہوگا کہ جس کے منہ کا لعاب نبی کے منہ میں گیا ہے! دنیا تو نبی کے لعاب کو ترستی ہے، میں وہ خوش نصیب ہوں کہ جس کے منہ کا لعاب نبی کے منہ میں گیا ہے اور انھوں نے اُسے تھوکا نہیں اُسے قبول کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود مسواک چبا کر دی تو حضور چپ ہو گئے۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ یہ مزاج شناسی رسول تھی، جسے کوئی بھی نہیں سمجھ سکا۔ بس یوں دیکھا کہ اشارہ تھا؟ عائشہ کا دماغ فوراً اس طرف گیا کہ حضور کو مسواک بڑی محبوب ہے۔ وقفہ وقفہ کے بعد منہ میں ڈالا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت موتیوں سے زیادہ چمکیلے تھے۔ کبھی کسی شخص نے تیئیس برس دانتوں پر میل نہیں دیکھا۔ میل کا تصور تک نہیں تھا چاہے مسواک کریں چاہے نہ کریں۔ کھاتے کیا تھے؟ کھاتے کیا تھے جو میل لگتا؟ چوبیس گھنٹے میں نبی کی خوراک دیکھ لو اور پھر اپنے آپ کو دیکھ لو

کہ ہم تو جانوروں کی طرح ٹھونس رہے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک کھجور کا دانہ اور ایک گھونٹ پانی پی کر چوبیس گھنٹے اللہ کی یاد میں مصروف رہتے۔ آپ کا پورا وجود ہی معجزہ تھا۔ آپ کے جسم مبارک سے کیسے بو آسکتی تھی، آپ کے پسینہ سے جب گلاب کی خوشبو آتی تھی تو دندانِ مبارک سے بو کیسے آسکتی تھی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ایسا ہے کہ انس بن مالک کی اماں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو شیشی لگا کر اس میں پسینہ سارا اکٹھا کرتی تھیں۔ اُمّ سُلَیم ...... فرمانے لگے کیا کر رہی ہو؟ یا رسول اللہ عِرُقُکَ نَجْعَلُہٗ طِیباً. یارسول اللہ یہ آپ کا پسینہ ہے۔ اس کو ہم خوشبو میں استعمال کرتے ہیں۔ وَھُوَ اَطْیَبُ الطِّیبِ عِنْدَنَا. اور ہمارے پاس جتنی بھی خوشبوئیں ہیں، کستوری کی، عنبر کی، زعفران کی، سب سے زیادہ جو اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہے آپ کا پسینہ ہے۔ جب ہماری بہو بیٹیوں کی شادیاں ہوتی ہوں تو میں آپ کا پسینہ لگاتی ہوں۔ وہ پوچھتی ہیں کہ یہ کون سی خوشبو ہے؟ تو میں کہتی ہوں کہ یہ میرے نبی کا پسینہ ہے۔ ایک تو ہوتی ہے کہانی، عقیدت، یہ واقعہ ہے جس نبی کے پسینہ میں خوشبو ہو۔ اس کے دندان مبارک سے کیسے بو آسکتی ہے؟ آپ کے خون میں بھی اللہ نے خوشبو رکھی۔ آپ کے پسینہ میں بھی خوشبو ہے۔ اللہ نے آپ کو سراپا معجزہ بنایا تھا۔ تو بس دعا یہی ہے کہ اس سلسلہ کو اب آپ آگے چلائیں۔ اس کو بھی چلّہ کشی میں شامل کریں اور جب تک آپ ایسا نہیں کریں گے، آپ اس سلسلہ میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ لاکھ آپ کتابیں بیٹھ کر پڑھتے رہیں، سیرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ عملاً جب تک آپ اس کام کو نہیں اٹھائیں گے۔ دیکھیے تبلیغی جماعت گھروں سے باہر نکلی۔ ''ہندو'' کہلوائے۔ ہندوؤں کے ایجنٹ کہلائے۔ بہروپیے کہلوائے، جاسوس کہلوائے۔ مسجدوں سے نکالا گیا۔ اب تک نکالا جا رہا ہے۔ گالیاں پڑیں، جوتیاں کھائیں، نتیجہ اس کا کیا ہے کئی لاکھ آدمی مسلمان ہو گئے۔ تو آپ کو گھر سے مثال دیتا ہوں۔ باہر نکلیے، مطلب یہ ہے بارہ مہینے ہیں سال کے، اڑتالیس ہفتے بنے۔ اڑتالیس ہفتوں میں قضا نہیں ہونی چاہیے۔ ایک ہفتہ ابوبکر کے لیے ہے، ایک ہفتہ عمر کے لیے ہے۔ ایک عثمان کے لیے، ایک علی کے لیے ہے۔ ایک حسن حسین کے لیے، ایک معاویہ کے لیے، ایک مروان کے لیے، ایک عمرو بن عاص کے لیے، ایک شُرحْبِیل بن حَسَنہ کے لیے، ایک عبداللہ بن عمر کے لیے۔ ایک ابو یعلیٰ ضمیری کے لیے، ایک جعفر بن ابی طالب کے لیے۔ ایک ابوموسیٰ اشعری کے لیے، ایک ابواُمامہ باہلی کے لیے، جو شخصیات اسلام کی ہیرو ہیں اُن کے لیے۔ ایک تاریخ امیر معاویہ کے لیے۔ ایک اُن کے بھائی یزید بن ابی سفیان کے لیے، اُن کے ابا ابوسفیان کے لیے، اُن کی والدہ ہند بنت عتبہ کے لیے۔ یہ جتنی بھی اہم شخصیات ہیں۔ اڑتالیس آدمی میں بتاؤں گا، اڑتالیس ہفتے آپ بیان کروا دیں۔ پھر دیکھو کہ سیرت زندہ ہوتی ہے کہ نہیں، دوسرے وعظ چھوڑ دیں۔ جو شخص پیٹ کے درد میں خوشبو سنگھاتا ہے مریض کو، وہ اس کے قاتلوں میں شامل ہے، جو شخص پیٹ کے مروڑ لگے ہوئے کو بھنا ہوا گوشت کھلاتا ہے وہ اس کا قاتل ہے۔ اس کی قبل از گرفتاری ضمانت بھی منسوخ ہونی چاہیے اور بغیر پوچھے اسے جیل میں بھیج دیا جانا چاہیے۔ اس قوم کو بیماری لگ رہی ہے یہودی پروپیگنڈے کی، رافضیت کی وباء عذاب بن کر مسلط ہے۔ تاریخ مسخ ہو رہی ہے، صحابہ کی سیرت کی کتابیں عوام الناس نہیں پڑھتے، کورس میں سے صحابہ کا نام نکالا جا رہا ہے، اس وقت میں بیٹھ کر مکروہ تنزیہی اور تحریمی پر بحث کرنا، نور بشر پر جھگڑے کرنا، یہ اپنے آپ کو موت کے

منہ میں دینے کے مترادف ہے اور جو ایسا کرے گا وہ مسلمانوں کا بدترین دشمن ہوگا۔ یہ وقت ہے کہ صحابہ کی سیرت پر پوری جان لڑا دو۔ چھے مہینے کے بعد نتیجہ دیکھ لینا۔ لوگ خود کہیں گے کہ ہم دوسری بات نہیں سنتے ہمیں وہی سناؤ۔ جیسا کہ یہ قوم چلتی ہے مولوی نہیں چلاتا اور جو مولوی چلاتے ہیں قوم اُن کے پیچھے چلتی ہے۔ مولویوں نے کہا کہ اب مرنے کا وقت ہے۔ مر جاؤ تو مر گئے کہ نہیں لوگ اب دیکھ لو ۱۹۷۷ء میں مرے کہ نہیں؟ مولویوں نے کہا کہ مرنا ہے، اسلام آ رہا ہے۔ مر گئے بچے۔ داڑھی منڈے۔ ڈاڑھی والا تو کوئی قسمت سے مرا ہوگا۔ داڑھی منڈے سب سے پہلے نشانہ بنتے ہیں۔ اب کی مرتبہ بھی زیادہ وہی مرے۔ انھوں نے اسلام کے لیے جان دے دی۔ حیدر آباد کی گلیاں خون سے سرخ ہیں۔ کراچی خون سے لالہ زار ہے، لاہور خون میں نہا گیا ہے، کیوں؟ انھوں نے کہا بھائی جس طرح مولویوں نے ہم سے کہا ہمیں تو ان پر اعتبار ہے، عملاً مولوی خود بے ایمان نہ ہو جائے، وہ اپنا اعتبار خود نہ گنوا دے، ورنہ نوجوانوں کا کیا قصور؟ اس کا علاج یہی ہے کہ مولوی خود ثابت قدم ہو اور مولوی کو ثابت کرانے کی صورت یہ ہے کہ آپ اپنے ماحول میں یہ تحریک اتنے زور سے چلائیں کہ مسجدوں کے خطیب مجبور ہو جائیں اس موضوع پر تقریر کرنے کے لیے۔ لوگ خود کہہ دیں...... کہ ہم نہیں سنتے۔ اپنی زبان بند کیجیے۔ یہ الم غلم تفصیلات ہمیں پھر سنانا، قیامت کی دسویں کو۔ پہلے یہ بتاؤ کہ حضرت امیر معاویہ کون تھے؟ اُن کی سیرت کیا ہے؟ مطالبات شروع ہو جائیں۔ بالکل جب تک یہ مطالبات نہیں آئیں گے، جب تک یہ حالات آپ پیدا نہیں کر دیں گے۔ آپ کی گاڑی قیامت تک نہیں چلے گی۔ چاہے آپ جتنی جماعتیں بنا لیں، کبھی بھی آپ سیرت معاویہ یا سیرت صحابہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اَصْحَابِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ أَوْلَادِہٖ وَ ذُرِیّٰتِہٖ وَ اَتْبَاعِہٖ وَ بَارِک وَ سَلِّمْ اَجْمَعِیْنَ.

ایک دفعہ سورت فاتحہ پڑھیں۔ تین دفعہ سورت اخلاص شریف پڑھیں اور آخر میں ایک دفعہ درود شریف پڑھیں اور جو قرآن پاک یہاں تلاوت کیا گیا ہے یہ نیت کریں کہ یا اللہ! اس قرآن پڑھنے کا ثواب امیر معاویہ کو، اُن کے بھائی یزید بن ابی سفیان کو، اُن کے والد ابی سفیان کو، اُن کی والدہ ہندہ کو، ان کی بی بی مَیْسُوْن بنت بَحْدل کو اور اُن کی آل اولاد کو، سب کو یا اللہ قرآن کے پڑھنے کا ثواب عطا فرما۔ (آمین ثم آمین)

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپئیر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

احادیثِ نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام
اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط:۵)

حافظ عبیداللہ

ایک اور مقام پر مزید لکھتے ہیں:

''بعض اہل جرح وتعدیل کی کسی راوی پر جرح کرنے کی وجہ سے آپ پر واجب ہے کہ آپ اس راوی پر جرح کا حکم لگانے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کریں بلکہ آپ پر لازم ہے کہ آپ اس معاملے میں تنقیح کریں کیونکہ یہ معاملہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کے لیے جائز نہیں کہ آپ ہر ہر جرح کرنے والے کی بات قبول کریں، خواہ وہ کسی بھی راوی کے بارے میں ہوا گرچہ وہ جرح کرنے والا ائمہ اور امت کے مشہور علماء میں سے ہی کیوں نہ ہو کیونکہ بسا اوقات ایسے ہوا ہے کہ جرح قبول کرنے سے کوئی مانع پایا جاتا ہے، تب جرح کو رد کرنے کے بارے میں حکم دیا جاتا ہے اور اس کی بہت سی صورتیں ہیں جو کتبِ شریعت کے ماہرین پر مخفی نہیں''۔

(الرفع والتکمیل فی الجرحِ والتعدیل، ص265-264)

امام محمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 294ھ) نے فرمایا:

''کُلُّ رَجُلٍ ثَبتَت عَدَالتُه لَم یُقبَل فِیه تَجرِیحُ اَحدٍ حَتّٰی یُبَیِّنَ ذٰلِکَ عَلَیه بأمرٍ لَّا یُحتَمَلُ غیرُ جَرحِه''

ہر شخص جس کی عدالت ثابت ہوجائے تو اس کے بارے میں کسی کی جرح قبول نہیں ہوگی حتیٰ کہ اس کے بارے میں تجھے واضح ہوجائے کہ اس کے بارے میں جرح کے علاوہ کوئی اور احتمال نہیں۔

(تہذیب التہذیب، ج3 ص138، مؤسسۃ الرسالۃ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 728ھ) نے فرمایا:

''اِذا کَانَ الجَارِحُ والمُعَدِّلُ مِنَ الائِمَّةِ لَم یُقبَل الجَرحُ اِلَّا مُفَسَّراً فَیَکُونُ التَّعدِیلُ مُقَدَّماً عَلَی الجَرحِ المُطلق''۔

جب جرح کرنے والے اور تعدیل کرنے والے دونوں ائمہ میں سے ہوں تو پھر تعدیل مطلق جرح پر مقدّم ہوگی (یعنی صرف جرحِ مفسّر ہی قبول کی جائے گی)۔

(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ، ج 24، صفحہ 351، طبع المدینۃ المنورۃ، السعودیۃ)

امام عبداللہ الزیلعی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 762ھ) نے فرمایا:

''وَمُجرَّدُ کَلامٍ فِي الرَّجُلِ لَا یُسقِطُ حَدِیثَه وَلَو اعتَبَرنا ذٰلِکَ لَذَهَبَ مُعظَمُ السُّنَّةِ اِذ لَم یَسلَم من النَّاسِ اِلَّا مَن عَصمَه الله تعالیٰ۔''

''کسی آدمی پر مجرد کلام اس کی حدیث کو ساقط نہیں کر دیتا۔ اگر ہم اس طرح کریں گے تو پھر سنت کا بہت سا حصہ جاتا رہے گا کیونکہ لوگوں کے کلام سے صرف وہی بچا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بچایا ہو۔''

(نصب الرایة لأحادیث الهدایة، ج1 ص341)

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

''صحیح بات یہ ہے کہ ایسے شخص کے بارے میں کسی کی بات قبول نہیں کی جائے گی جس کا عادل ہونا ثابت ہو، علم کا امام ہونا مشہور ہو، ایسے شخص کے بارے میں کسی شخص کا بلادلیل قبول نہیں کیا جائے گا۔''

(ملخصاً: جامع بیان العلم وفضله، ج2 ص1093، دارابن الجوزی)

یہ ساری تفصیل اس لئے بیان کی گئی کہ بعض لوگ اپنا باطل نظریہ ثابت کرنے کے لئے اور صحیح احادیث کو ضعیف اور موضوع ثابت کرنے کے لئے اس کلیے کو استعمال کرتے ہیں کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اور پھر ایسے راوی کو جو مشہور امام اور محدث ہو، جس کی جلالت شان اور ثقہ ہونے پر علماء جرح وتعدیل کی اکثریت کا اتفاق ہو، جس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایات کی کثیر تعداد نقل کی ہو اس کے بارے میں دور دراز سے کوئی ایسی جرح تلاش کر کے لاتے ہیں جو مبہم اور غیر مفسر ہوتی ہے اور ان جمہور ائمہ کے اقوال کا ذکر نہیں کرتے جنہوں نے اس شخصیت کی توثیق اور تعدیل کی ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ کسی بھی راوی کے تعارف میں صرف جرح کا ذکر کرنا اور توثیق ذکر نہ کرنا درست نہیں، امام شمس الدین الذہبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 748ھ) نے ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے:

''وهٰذا مِن عُیُوبِ کِتَابِه، یَسردُ الجَرحَ، وَیَسکُتُ عن التَّوثِیق'' یہ ان کی کتاب (موضوعات ابن الجوزی) کے عیوب میں سے ہے کہ وہ راوی پر جرح کا تو ذکر کرتے ہیں لیکن توثیق پر خاموشی اختیار کرتے ہیں۔

(میزان الاعتدال، ج1 ص57-58، مؤسسة الرسالة)

منکرینِ حدیث عام طور پر اور جناب تمنا عمادی صاحب خاص طور پر اسی روش پر چلتے نظر آتے ہیں، بخاری و مسلم کے مشہور راویوں پر جن کی جلالت شان اور علومرتبت پر اتفاق پایا جاتا ہے کو ضعیف اور کذاب ثابت کرنے کے شوق میں تمام ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال کو چھپاتے ہیں اور چند مبہم اور غیر مفسر تنقیدی کلمات کو جرح بنا کر پیش کرتے ہیں اور پھر ان رواۃ کی بیان کردہ روایات کے بارے میں سیدھا ''موضوع اور مکذوب'' ہونے کا فیصلہ صادر کر دیتے ہیں، جیسا کہ آپ کو تمنا عمادی صاحب کی کتاب میں جابجا نظر آئے گا۔

جبکہ یہ بات بھی اپنی جگہ مسلّم ہے کہ جب تک کسی روایت کے تمام طرق اورتمام سندوں کا جائزہ نہ لے لیا جائے ،اس وقت تک کسی ایک سند یا کسی ایک راوی کی بناء پر حدیث کوضعیف یا موضوع قرار دینا علم حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ چنانچہ امام ابن الصلاحؒ ایک جگہ یوں فرماتے ہیں کہ:

''حدیث کا ضعف دوقسم کا ہوتا ہے۔ایک ضعف وہ ہے جوسند کے بہت زیادہ طرق ہونے کی وجہ سے زائل ہوجاتا ہے اور یہ تب ہے کہ اس کا ضعف راوی کے سوء حفظ کی وجہ سے ہوجبکہ راوی اہل صدق و دیانت میں سے ہو، جب ہم اس سے مروی حدیث کو دیکھیں کہ اسے کسی اور نے بھی روایت کیا ہے تو ہم جان لیں گے کہ اس نے اسے حفظ کیا اور اس میں اس کے ضبط میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔اوراسی طرح جب ضعف ارسال کے باعث ہوتو یہ بھی زائل ہوجاتا ہے۔ جیسے وہ مرسَل جو کسی امام وحافظ کی ارسال کردہ ہو، اس میں بہت معمولی ضعف ہوتا ہے جو کسی دوسرے طریق سے زائل ہوجاتا ہے۔ اورایک ضعف وہ ہے جو زائل نہیں ہوتا کیونکہ یہ ضعف بہت قوی ہوتا ہے جسے زائل کرنے والا کوئی سبب نہیں پایا جاتا۔اور یہ ضعف ہے جوراوی کے جھوٹ سے مطعون ہونے یا حدیث کے شاذ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے''۔

(ملخصاً:علوم الحدیث المعروف بمقدمة ابن الصلاح،ص34)

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ اثباتِ حدیث صرف سند پر موقوف نہیں اور سند میں صرف مطلق ضعف سے حدیث ضعیف یا موضوع نہیں بنتی۔

چند باتیں صحیح بخاری و صحیح مسلم کے بارے میں

امامین ہمامین بخاریؒ ومسلمؒ نے اپنی اپنی صحیح میں جن راویوں سے اصول میں احتجاج کیا ہے ان سب کے ثقہ، معتمد اور قابل قبول ہونے جمہور ائمہ کا اتفاق ہے، ہاں جو روایات انہوں نے بطور متابعات وشواہد ذکر کی ہیں ان کے راویوں میں کہیں کلام کی گنجائش مل سکتی ہے، چنانچہ امام ابن الصلاحؒ لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے جس نے صرف صحیح احادیث پر مشتمل کتاب لکھی وہ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری ہیں، پھران کے بعد امام مسلم بن الحجاج نے صحیح لکھی......اوران دونوں کی کتابیں (یعنی صحیح بخاری وصحیح مسلم) اللہ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتابیں ہیں......پھران دونوں کتابوں میں سے صحیح بخاری صحت میں برتر ہے''

(ملخصاً:علوم الحدیث (مقدمة ابن الصلاح)،ص17-18)

پھر آگے لکھتے ہیں:

فقد رُوینا عن البخاري أنه قال : ما أدخلتُ فی کتابي الجامع الّا ما صَحَّ وترکتُ من الصِّحاح لحال الطول، ورُوینا عن مسلمٍ أنه قال: لیس کل شيء عندي صحیحٌ وضعته ھھنا یعني فی کتابه الصحیح'' ایسی بات نہیں ہے کہ ان دونوں (بخاری ومسلم) نے تمام صحیح احادیث اپنی صحیحین میں لکھ دی ہیں اور نہ ہی ان دونوں نے ایسا کوئی التزام کیا ہے،ہمیں امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ نے خود فرمایا

کہ ”میں نے اپنی کتاب میں صرف وہی چیز داخل کی ہے جو صحیح ہے، جبکہ میں نے بہت سی صحیح احادیث طوالت کے خوف سے ترک کر دی ہیں“ (یعنی اپنی کتاب میں نقل نہیں کیں)، اسی طرح ہمیں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا ”ایسی بات نہیں ہے کہ میں نے ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہے اُسے اپنی کتاب میں رکھ دیا ہے۔“ (یعنی دونوں اماموں نے اپنی اپنی صحیح میں صرف صحیح روایات نقل کرنے کا تو التزام کیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف وہی احادیث صحیح ہیں جو ان دونوں کتابوں میں ہیں اور ان کے علاوہ کوئی صحیح حدیث نہیں۔ ناقل)۔

(علوم الحديث (مقدمة ابن الصلاح) ، صفحه 19)

صحیح بخاری کے بارے میں شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”ورَوىٰ الاِسماعِيليُ عنه قال : لم أُخرِج في هذا الكتابِ اِلّا صَحِيحاً، وَما تَركتُ من الصحيحِ أكثر، قال الاِسماعيلي: لأنه لو أخرج كل صحيح عنده لَجَمعَ في الباب الواحدِ حديث جماعة من الصحابةِ ولذَكَرَ طريق كل واحدٍ منهم اذا صحت فيصير كتاباً كبيراً جداً“ اسماعیلی نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ امام نے فرمایا ”میں اِس کتاب (یعنی صحیح بخاری) میں وہی روایت ذکر کی ہے جو صحیح ہے، اور جو صحیح روایات میں نے ترک کر دی ہیں (یعنی اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیں) وہ اس سے بھی زیادہ ہیں، اسماعیلی کہتے ہیں کہ اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وہ تمام روایات نقل کرتے جو اُن کے نزدیک صحیح ہیں تو آپ کو ہر ایک باب میں صحابہؓ کی ایک جماعت کی احادیث ان کی اسناد کے ساتھ ذکر کرنا پڑتیں اس طرح یہ ایک بہت بڑی کتاب بن جاتی۔

(هدي الساري مقدمة فتح الباري ، صفحه 7 ، المكتبة السلفية)

آگے تحریر فرماتے ہیں:

”امام ابوجعفر محمود بن عمرو العقیلی کا بیان ہے کہ جب امام بخاری نے صحیح بخاری تالیف کی تو اسے امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور امام علی بن المدینی وغیرہم پر پیش کیا، ان تمام لوگوں نے انہیں دادِ تحسین دی اور کتاب کے صحیح ہونے کی گواہی دی سوائے چار حدیثوں کے، عقیلی کہتے ہیں کہ ان چار حدیثوں میں بھی امام بخاری کی بات ہی درست ہے اور یہ صحیح ہیں۔“

(هدي الساري مقدمة فتح الباري ، صفحه 7 ، المكتبة السلفية)

پھر فرماتے ہیں:

”تقرر أنه التزم فيه الصحة وأنه لا يورد فيه الا حديثاً صحيحاً“

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام کیا ہے اور اس میں صرف صحیح حدیث ہی ذکر کرتے ہیں۔

(هدي الساري مقدمة فتح الباري، ج1 ص8)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''ہر انصاف پسند کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ ''صحیح'' کے مصنف کا کسی راوی سے حدیث نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ راوی اس کے نزدیک عادل، ضابط اور قابل اعتماد ہے، اور پھر جمہور ائمہ نے ان دونوں کتابوں کا نام صحیحین رکھا ہے، یہ گویا جمہور کی طرف سے ان دونوں کتابوں میں موجود ان تمام راویوں کی تعدیل کا اقرار ہے جن سے (بخاری ومسلم) نے اصول میں روایت لی ہے، البتہ وہ راوی جن کی روایات انہوں نے متابعات وشواہد اور تعلیقات میں ذکر کی ہیں ان میں مختلف درجات کے راوی پائے جاتے ہیں جن میں سے کچھ پر ضبط وغیرہ کے حوالے سے کلام کی گنجائش ہے لیکن اس کے باوجود ان کا صدق ثابت ہے۔ لہٰذا اگر صحیحین کے راویوں میں سے کسی پر کسی نے طعن یا جرح کی ہے تو وہ امام (بخاری ومسلم) کی تعدیل کے مقابلے پر ہے پس وہ جرح صرف اس صورت میں قابل قبول ہوگی جب مفسرّ ہو اور اس کا ایسا واضح سبب بیان کیا جائے جو اس راوی کی عدالت اور ضبط کو واقعی داغدار کرے...... کیونکہ مختلف ائمہ کے نزدیک اسبابِ جرح میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے، ایک امام کے نزدیک ایک جرح راوی کو داغدار کرتی ہے تو دوسرے کے نزدیک نہیں کرتی، شیخ ابوالحسن مقدسیؒ اس شخص کے بارے میں جس کی روایت صحیح میں لائی گئی ہے کہا کرتے تھے کہ وہ پُل پر سے گذر گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بارے میں کسی قسم کی جرح قابل التفات نہیں۔''

(خلاصہ: هدي الساري مقدمة فتح الباري، ص384)

شارح صحیح مسلم امام یحییٰ بن شرف النوویؒ (متوفی 676ھ) لکھتے ہیں:

''**اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی اَنَّ اَصَحَّ الْكُتُبِ بعد القُرآنِ العَزِيزِ الصَّحِيحَانِ البخاري ومُسلِم وتَلَقَّتهُمَا الاُمَّةُ بِالقُبُولِ۔**''

تمام علماء (حدیث) اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتابیں امام بخاری ومسلم کی صحیحین ہیں اور ان دونوں کتابوں کو امت کی تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔

(المنهاج شرف صحيح مسلم بن الحجاج، ج1 ص14، طبع مصر)

پھر آگے امام نووی فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح حاصل ہے، کیونکہ امام بخاری کی شرائط زیادہ سخت ہیں، اس کی ایک مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مُعَنعَن سند (یعنی وہ سند جس میں ایک ثقہ راوی دوسرے ثقہ راوی سے ''عَن'' کے ساتھ روایت بیان کرے) متصل سمجھی جائیگی اگر صرف یہ ثابت ہوجائے کہ روایت کرنے والا اور جس سے روایت کی جارہی ہے دونوں ایک ہی زمانے میں ہوئے ہیں، اگرچہ ان دونوں کی ملاقات ثابت نہ ہو۔ جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ''مُعَنعَن'' سند میں دونوں کا صرف ایک زمانے میں ہونا کافی نہیں بلکہ ان دونوں کی ملاقات کا ثابت ہونا بھی ضروری ہے''۔ (ملخصاً: المنهاج شرف صحيح مسلم بن الحجاج، ج1 ص14)

امام نووی رحمتہ اللہ علیہ کی اس بات سے ایک اور بات بھی واضح ہوگئی کہ صحیح بخاری کی وہ تمام احادیث جن سے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اصول میں حجت پکڑی ہے اگر ان میں سے کسی حدیث کی سند میں ''عــن'' آیا ہے تو کسی قسم کی پریشانی کی ضرورت نہیں کیونکہ امام بخاری نے اس وقت تک وہ سند ذکر نہیں کی جب تک یقین نہیں کرلیا کہ ان دونوں راویوں کی ملاقات ثابت ہے۔

حافظ شمس الدین الذہبی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 748ھ) لکھتے ہیں:

''شیخان (یعنی بخاری ومسلم) نے جن راویوں سے احادیث کی تخریج کی ہے ان کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ جن سے انہوں نے اصول میں احتجاج کیا ہے، اور دوسری قسم ان راویوں کی جن کی روایات متابعات وشواہد کے طور پر لائے ہیں۔ اب وہ جن سے انہوں نے (اصول میں) حجت پکڑی ہے چند ایسے ہوں گے جن کی نہ ہی توثیق کی گئی ہے اور نہ ہی ان پر کوئی جرح کی گئی ہے تو ایسے راوی ثقہ ہیں ان کی حدیث مضبوط ہے۔ کچھ ایسے ہوں گے جن سے انہوں نے حجت پکڑی ہے لیکن اس راوی کے بارے میں کلام کیا گیا ہے (یعنی اس پر جرح کی گئی ہے۔ ناقل) تو یا ایسا ہوگا کہ اس پر جرح تعصب کی بناء پر کی گئی ہوگی جبکہ جمہور کے نزدیک وہ راوی ثقہ ہے تو ایسے راوی کی حدیث بھی قوی اور مضبوط ہے۔ اور یا اس راوی کے حفظ وتلیین سے متعلق جو کلام کیا گیا ہے وہ واقعی معتبر ہوگا تو اس صورت میں بھی اس راوی کی حدیث حسن کے درجے سے نیچے نہیں ہوگی جو کہ صحیح کا سب سے نچلا درجہ ہے۔ پس اللہ کا شکر ہے کہ صحیحین (یعنی صحیح بخاری وصحیح مسلم) میں ایسا کوئی راوی نہیں جس سے امام بخاریؒ وامام مسلمؒ نے اصول میں حجت پکڑی ہے اور اس کی روایات ضعیف ہوں بلکہ (تمام) یا تو حسن ہیں یا صحیح ہیں۔''

(ملخصاً: الموقظة فی علم مصطلح الحدیث، ص 79 - 80، دار البشائر۔ بیروت)

حافظ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 902ھ) نے امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد اسفرائنی (متوفی 418ھ) کا قول نقل کیا ہے، آپ نے فرمایا:

''اَھلُ الصنعةِ مُجمَعُون علیٰ اَنَّ الاَخبَارَ الَّتِی اِشتَمَلَ عَلَیهَا الصَّحِیحَان مَقطُوعٌ بِصِحَّة اُصُولِها ومُتُونِها وَلَا یَحصلُ الخِلَافُ فِیها بِحَالٍ وَاِن حَصَلَ فَذٰلِکَ خِلَافٌ فِی طُرُقِها ورُوَاتِها۔''

فنِ حدیث کے ماہرین کا اس پر اجماع ہے کہ صحیحین کے تمام اصول ومتون قطعاً صحیح ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، اگر کچھ اختلاف ہے تو وہ احادیث کی سندوں اور راویوں کے اعتبار سے ہے۔

(فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث، ج1 ص93، دار المنہاج۔ الریاض)

یہی بات شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی النکت علی کتاب ابن الصلاح، ج1 ص 377 میں نقل کی ہے۔

مسند الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ (متوفی 1176ھ) لکھتے ہیں:

"أمَّا الصَّحِيحَان فَقَد اتَّفَقَ المُحَدِّثُونَ عَلیٰ اَنَّ جَمِیعَ مَا فِیها مِنَ المُتَّصِلِ المَرفُوعِ صَحِیحٌ بالقَطعِ، واَنَّهُمَا مُتَوَاتِرَانِ اِلیٰ مُصَنِّفِیهما، واَنَّ کُلَّ مَن یُهَوِّنُ اَمرَهُمَا فَهُوَ مُبتَدِعٌ مُتَّبِعٌ غَیرَ سَبِیلِ المُؤمِنِین."

صحیح بخاری وصحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔

(حجة الله البالغة، ج 1 ص 232 ، دار الجیل بیروت)

مسند احمد وسننِ ترمذی کے محقق علامہ احمد محمد شاکرؒ (متوفی 1377ھ) لکھتے ہیں:

"محققین علماء حدیث کے نزدیک یہ بات بلاشبہ حق ہے کہ صحیحین (یعنی صحیح بخاری وصحیح مسلم) کی تمام احادیث صحیح ہیں، نہ ان کی کسی حدیث میں کوئی طعن ہے اور نہ ہی کوئی ضعف ہے، اور جو امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے کچھ احادیث پر تنقید کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چند احادیث صحت کے اُس اعلیٰ مرتبہ کو نہیں پہنچتیں جس کا التزام دونوں اماموں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے، ورنہ ان احادیث کے فی نفسہ صحیح ہونے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں"۔

(ملخصاً: الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث، حاشیہ، ص33، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ (متوفی 1352ھ) امام دارقطنیؒ کی طرف سے صحیح بخاری کی بعض روایات کی سندوں پر تنقید کے باری میں فرماتے ہیں:

"ثُمَّ ان الدار قطنی تتبَّع علی البخاریِّ فی أزید من مائة موضع، ولم یستطع أن یتکلم اِلّا فی الاسانید بالوصل والارسال غیر موضع واحد ......(الی ان قال)...... وَوَجهُه أنَّ الدّارقطنی یمشی علی القَوَاعِدِ المُمَهَّدَةِ عِندَهُم، فَیُنَازِعُه مِن القَوَاعِدِ، وَشَأنُ البخاریِّ أرفَعُ مِن ذٰلِکَ فَاِنَّه یَمشِی عَلیٰ اجتِهَادِه......"

امام دارقطنی نے امام بخاری پر سو سے زائد مقامات پر تتبع کیا ہے (یعنی تنقید کی ہے) لیکن سوائے ایک مقام کے باقی ہر جگہ صرف سندوں کے وصل وارسال پر ہی کلام کر سکے ہیں (حدیث کے متن یا مضمون پر کوئی اعتراض نہیں کر سکے)......(آگے فرماتے ہیں)......امام دارقطنی قواعد مصطلحہ پر چلتے ہیں اور انہی قواعد کی بنا پر اختلاف کرتے ہیں، مگر امام بخاری کا مقام اس سے کہیں بلند ہے وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرتے ہیں (یعنی امام بخاری تو بجائے خود امام ومجتہد ہیں وہ جو بات کہیں وہ بذات خود ایک قانون اور اتھارٹی کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے امام دارقطنی وغیرہ نے جو صحیح بخاری کی احادیث کو قواعد کی بنیاد پر تولنا چاہا ہے وہ محل نظر ہے۔ ناقل)۔

(فیض الباری علی صحیح البخاری، ج1 ص52، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

بعض لوگوں نے کتب اسماء الرجال (**تھذیب التھذیب، میزان الاعتدال، تقریب التھذیب، الجرح والتعدیل، وغیرھا من الکتب**) میں سے صحیحین کے بعض راویوں پر بعض جرحیں نقل کر کے ان کی روایات رد کرنے کی کوشش کی ہے، انہی میں سے ایک جناب تمنا عمادی صاحب بھی ہیں، یاد رکھیں! صحیحین کی اصولی روایتوں پر اسماء الرجال کی کتابوں میں یہ جرحیں دیکھ کر شبہ میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تمام جرحیں یا تو اصل جارحین سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہی نہیں لہٰذا بے سند ہونے کی وجہ سے نا قابل التفات ہیں، یا اگر اصل جارحین سے ثابت بھی ہیں تو جیسا کہ بیان ہوا، جمہور کی توثیق یا تعدیلِ صریح کے مقابلے میں جرح غیر صریح وغیر مفسر مردود ہوتی ہے، انہی کتابوں میں اسی جگہ اسی راوی کے بارے میں جمہور ائمہ کے توثیقی اقوال بھی موجود ہیں جو یہ حضرات جان بوجھ کر ذکر نہیں کرتے اور اس طرح علمی خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں، لہٰذا جناب تمنا عمادی و دیگر ہمنواؤں کی صحیحین کے بنیادی اور واصولی راویوں پر جرحیں جمہور اور اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہیں۔

بعض لوگ تدلیس یا اختلاط کی وجہ سے بھی جرح کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی اصول حدیث کی کتابوں میں ہی لکھا ہے کہ ثقہ مدلّس راوی کی روایت تصریح سماع یا معتبر متابعت وصحیح شاہد کے بعد صحیح وحجت ہوتی ہے اور مختلط کی اختلاط سے پہلے والی روایت بھی بالکل صحیح ہوتی ہے، لہٰذا اصولِ حدیث وروایت میں سے ایک بات لے لینا اور دوسری بات کو چھوڑ دینا درست نہیں۔

اب آیئے نظر ڈالتے ہیں ان احادیث پر جن کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی ہے، تمام احادیث کا احاطہ کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب درکار ہے لہٰذا سرِ دست ہم مختلف صحابہ کرامؓ سے مختلف سندوں کے ساتھ مروی منتخب احادیث کا ایک مجموعہ آپ کے سامنے پیش کریں گے، اور ان احادیث پر منکرینِ حدیث نے عام طور پر اور جناب تمنا عمادی صاحب نے خاص طور پر اصولِ حدیث کی رُو سے جو اعتراضات اٹھائے ہیں ان کا جائزہ اصولِ حدیث ہی کی رُو سے لیں گے (عمادی صاحب کے اپنے بنائے ہوئے خیالی مفروضوں کا جواب دینے کی ہم ضرورت محسوس نہیں کرتے) اگر کسی کو احادیثِ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے مفصل مطالعہ کا شوق ہو تو علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''**التصریح بما تواتر فی نزول المسیح**'' کا مطالعہ کرلے جس میں تقریباً تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں۔ یا اگر امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''**التوضیح فی تواتر ماجاء فی المنتظر والدجّال والمسیح**'' مِل جائے تو اس کا مطالعہ کرلیا جائے۔

(جاری ہے)

حمد

سید تابش الوری

واماندہ و درماندہ، وارفتہ میں حاضر ہوں
اللہ میں حاضر ہوں، اللہ میں حاضر ہوں

احساس تری خاطر، ہر سانس تری خاطر
ہر ساعت و ہر لحظ، ہر لمحہ میں حاضر ہوں

سر تا بقدم لرزاں، دل تا بہ نظر ترساں
صف بستہ میں حاضر ہوں لب بستہ میں حاضر ہوں

ہر موئے بدن عصیاں، ہر تارِ نظر گریاں
لرزیدہ و لغزیدہ، ترسیدہ میں حاضر ہوں

ستار بھی تو ٹھہرا، غفار بھی تو ٹھہرا
در سے ترے وابستہ، پابستہ میں حاضر ہوں

سر اپنا جھکائے ہوں، ہاتھ اپنے اٹھائے ہوں
لو تجھ سے لگائے ہوں، خود رفتہ میں حاضر ہوں

رستے پہ لگا دیجو، منزل کا پتہ دیجو
تابش پہ عطا کیجو، گمراہ میں حاضر ہوں

(ماہنامہ ”الحمراء“ لاہور، جولائی ۲۰۱۶ء)

غزل

پروفیسر خالد شبیر احمد

جیسے ہی درد آشنا میرا سخن ہوا
ہر گوشہ میرے فن کا مشک ختن ہوا

تیرے تصورات سے روشن جہانِ من
حرفِ غزل خیال سے تیرے کرن ہوا

پاؤں رہا رکاب میں نہ ہاتھ میں عنان
کن حادثوں کی نذر یہ میرا وطن ہوا

سر میں کسی کے شوق کا سودا نہیں رہا
خالی جنوں سے اس طرح اپنی چلن ہوا

پھولوں میں دلکشی نہ فضاؤں میں تازگی
بے رنگ یوں بہار میں اپنا چمن رہا

پہنا ہے ہر حسین نے شیشے کا پیرہن
پیشِ نگاہ جلوۂ سیمیں بدن ہوا

بیکار ہو کے رہ گئی رفعت خیال کی
کن بے دلوں میں یارائے شعر و سخن ہوا

عکس جمال اس کا میری روح تک گیا
سرمست جس کے عشق سے ہر موئے تن ہوا

کتنا بڑا ہے میری وفاؤں کا یہ صلہ
زخموں کی آب و تاب سے دل انجمن ہوا

میری زبان مل گئی میری وجود کو
اب دل کا ترجمان میرا تن بدن ہوا

خالد تجھے ضمیر کی ہے یوں ملی سزا
کوئی نہ ہمنوا تیرا نے ہم سخن ہوا

عشق کے قیدی (ناول) (قسط نمبر ا)

ظفر جی

اس کہانی کا آغاز پنجاب پبلک لائبریری سے ہوا۔ میں یہاں کچھ کتابوں کی تلاش میں آیا تھا۔ ان دنوں میں ایک تھیسس کی تیاری میں تھا۔ میرے پاس صرف دو ماہ کا وقت تھا۔ میں سارا دن کتابوں کی ایک طویل لسٹ ہاتھ میں تھامے لائبریریوں کی خاک چھانتا۔ کبھی تو سارا دن بیکار جاتا اور شاذ ہی کوء کتاب ہاتھ آتی۔ کبھی کوء معرکۃ الاراء کتاب مل جاتی تو وہیں بیٹھے بیٹھے نوٹس بنانے لگتا۔

سردیاں شروع ہو رہی تھیں۔ اور میرے پاس وقت بہت کم تھا۔

ایک دن یونہی کسی کتاب کے مطالعے میں غرق تھا کہ کندھے پر ایک شفقت بھرے ہاتھ کا لمس محسوس ہوا۔

مڑ کر دیکھا تو ایک بابا جی تھے۔ ساٹھ ستر برس کا سن، آنکھوں پر موٹے عدسوں کا چشمہ، سر پر جناح کیپ، سفید کرتا پاجامہ اور چہرے پر ایک دلفریب مسکراہٹ۔

"جی فرمایئے" میں نے کتاب بند کر کے ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

" کیا پڑھ رہے ہیں؟ "

" کچھ تاریخی کُتب !!!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اسٹوڈنٹ ہو؟ "

"جی... بس یہی سمجھ لیجئے ! "

"میرا نام آفتاب چاند پوری ہے..... میں یہاں پاس ہی رہتا ہوں۔" انہوں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"جی میں ظفر...." میں نے مختصراً تعارف کرایا۔

مطالعے کا کافی شغف رکھتے ہیں آپ "

"جی.... بس ایک تھیسس کی تیاری ہے.... دعا کریں کامیاب ہو جاؤں۔ "

"اچھا.... ماشاءاللہ.... کیا تھیسس ہے؟ "

"ریاست اور مذھب... "

"عنوان تو کافی دلچسپ ہے... " وہ میرے پاس بیٹھتے ہوئے بولے۔ "مذھب انسان کے اخلاقی حقوق کا بنیادی ضامن ہے.... اسے نکال دیں تو ایک جابر ریاست ہی بچتی ہے.... جسے اپنے حقوق سے ہی سروکار ہوتا ہے "

"لاجواب.... لیکن میری تحقیقات خصوصاً اس موضوع پر ہیں کہ کیا ایک ریاست کسی گروہ کو کافر قرار دینے کا اختیار رکھتی ہے یا

نہیں؟" میں نے کہا۔
"اچھا... تو اب تک کیا نتیجہ اخذ کیا؟ "
"میرا گمان تو یہی ہے کہ ریاست کو عوام کے مذہب سے زیادہ اس کی ویلفیئر کی فکر ہونی چاہئے.... میں مذہب کو کسی حد تک انسان کا ذاتی مسئلہ سمجھتا ہوں۔ "
"بالکل ٹھیک.... لیکن ایسی ریاست کو سیکولر ریاست کہا جاتا ہے.... اسلامی ریاست میں مذہب ایک بنیادی عنصر کی حیثّیت رکھتا ہے۔"
"لیکن فی الوقت پاکستان ایک اسلامی ریاست تو نہیں ہے.... یہاں ہر مذہب... مسلک... "
"ٹھہریئے ٹھہریئے.... "انہوں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔" پاکستان ایک اسلامی ریاست نہ سہی.... ایک مسلم ریاست تو ہے۔ یہاں 97 فیصد مسلمان بستے ہیں... اور تین فیصد غیر مسلم.... آپ کا کیا خیال ہے کہ لا الہ الا اللہ کے نام پر بننے والے ملک میں مذہب کو ایک ثانوی حیثّیت دے دی جائے؟ "
"میں مذہب کی ریاستی امور میں مداخلت کی بات کر رہا ہوں.... خاص طور پر جب کسی ایسے گروہ کو کافر قرار دینے کا مسئلہ درپیش ہو جو تمام شرعی وجوب ادا کرتا ہو.... کفر کے فتوے بانٹنا اہلِ مذہب کا پرانا وطیرہ ہے.... ریاست کو اس میں کودنے کی کیا ضرورت ہے؟"
" کودنا پڑتا ہے بھائی.... دیکھو... مارکیٹ میں کوئی جعلی مشروب بیچے، یا آبِ زمزم کا ٹیگ لگا کر مضرِ صحت پانی بیچنے لگے.... عوام بیمار ہونے لگیں... تو کیا ریاست اسے ڈاکٹروں کا مسئلہ قرار دے کر لاتعلق ہو جائے گی؟ "
"ہم صحت پر نہیں... مذہب پر بات کر رہے ہیں۔" میں نے ٹوکا۔
"پانی گدلا ہو جائے تو صحت برباد ہوتی ہے... اور مذہب آلودہ ہو جائے تو معاشرہ۔ "
ہمارے بیچ کئی روز تک گفتگو چلتی رہی۔ ان کے سمجھانے کا انداز نہایت دھیما اور دلچسپ تھا۔ میں روز لائبریری آتا، لیکن کتابوں سے زیادہ چاند پوری کو پڑھتا۔ وہ پرانے ادوار کے صحافی تھے۔ انہوں نے مولانا ظفر علی خان، مولانا اختر علی خان، غلام مرتضیٰ میکش اور شورش کاشمیری کا دور دیکھا تھا۔ جب صحافت ایک عبادت ہوا کرتی تھی۔ چند دنوں کی گفتگو میں اس پیرِ فرتوت نے تاریخ کے کچھ ایسے باب واء کئے کہ میرے تخیل پر جمی لادینیت کی میل اترنے لگی۔
ایک روز میں صبح صبح لائبریری پہنچا تو وہ اچکن، شیروانی پہنے، چھڑی تھامے دروازے پر کھڑے تھے۔
"خیریت؟ لائبریری بند ہے کیا؟ "
"نہیں.... آج فیلڈ وَرک پر چلتے ہیں! "
"فیلڈ وَرک؟" میں نے حیرت سے کہا۔
"آج 16 دسمبر ہے.... آج ایک ایسی جگہ چلتے ہیں جہاں تاریخ کا گمشدہ خزانہ دفن ہے.... وہاں آپ کے تمام سوالات کا

شافی جواب مل جائے گا....اور آپ کا تھیسز ایسے ایسے تیار ہو جائے گا..." انہوں نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔

"واقعی؟ کہاں ہے یہ خزانہ؟ "

"موچی گیٹ سرکلر روڈ پر!"

"موچی گیٹ؟ وہاں تو کوئی لائبریری نہیں.... "

"لائبریری سے صرف علم ملتا ہے....اور فیلڈ ورک سے تجربہ! "

ہم نے ایک رکشہ کرائے پر کیا اور لاہور کی پر ہجوم گلیوں سے گزرتے ہوئے نسبت روڈ کی طرف چل دیئے۔ کوئی نصف گھنٹہ کے بعد انہوں نے رکشہ رکوایا۔ اور نیچے اترتے ہوئے بولے:

"اتریے جناب....منزل آ گئی۔ "

میں کاپی پنسل سنبھالتا، رکشے سے اترا اور حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ یہاں ایک پرانی مخدوش عمارت کے سوا کچھ نہ تھا۔

"استاد یہ کہاں لے آئے؟ آثارِ قدیمہ میرا سبجیکٹ نہیں ہے۔ "

"اس آثارِ قدیمہ میں تاریخ کے بے شمار انقلابات پوشیدہ ہیں....یہی وہ تاریخی عمارت ہے، جہاں بابائے قوم نے 22 مارچ 1940ء کو اپنے رفقائے کار کے ساتھ بیٹھ کر ایک آزاد اسلامی مملکت کے خدوخال تراشے تھے۔ "

"لیکن اس کا میرے تھیسز سے کیا تعلق؟" میں نے پریشانی سے کہا۔

"اندر تشریف لایئے....تمام سوالات کا جواب مل جائے گا۔ "

ہم عمارت کا آہنی گیٹ کھول کر صحن میں داخل ہو گئے۔ یہاں قبرستان جیسی خاموشی تھی، ہوا چلتی تو فرش پر پڑے پتّے اِدھر اُدھر بکھرنے لگتے۔ اچانک ہی بھوں بھوں کرتی ایک بھڑ کہیں سے نمودار ہوئی اور میرے چہرے کا طواف کرنے لگی۔ میں اندھا دھند ہاتھ مار کر اُس بلا سے جان چھڑانے لگا۔

" کچھ نہیں کہتی....بس شناخت چاہ رہی ہے....سیکورٹی گارڈ ہے۔" چاند پوری مسکراتے ہوئے بولے۔

عمارت کے خدوخال کسی بھوت بنگلے سے کم نہ تھے۔ امتدادِ زمانہ نے اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ عمارتی رنگ وروغن پھیکا پڑ چکا تھا، لکڑی کے پرانے دروازوں اور کھڑکیوں میں دیمک رچ بس چکی تھی۔ آس پاس کی فلک بوس عمارتیں اس قدیم تعمیر کو ایسے گھور رہی تھیں، جیسے دانشوروں کی بھیڑ میں کوئی سادہ لوح مولوی آن پھنسا ہو۔

" دیکھئے قبلہ....آپ میرا وقت ضائع کر رہے ہیں...." میں نے جان چھڑانے کی کوشش کی۔

"آپ کا وقت قیمتی بنے گا...کتابی کیڑا بننے سے تھوڑا فیلڈ ورک کر لینا بہتر ہے "

اس دوران اچانک موسم خراب ہونے لگا۔ آندھی اتنی شدید تھی کہ سانس لینا دشوار ہو گیا۔ میں ایک دیوار کا سہارا لے کر طوفان سے بچنے کی کوشش کرنے لگا....دھول، مٹّی گرد وغبار سے آنکھیں اَٹ گئیں۔ تیز ہوا میں کہیں سے اڑتا ہوا ایک اخبار

میرے چہرے پر آ کر چپک گیا۔ (روزنامہ ''زمیندار''.... 13 جولائی 1952)

کافی دیر بعد جا کر طوفان تھما۔ میں نے اخبار چہرے سے ہٹایا تو دھول مٹی بیٹھ چکی تھی اور میں برآمدے کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ میرے حواس آہستہ آہستہ بحال ہونے لگے....آنکھیں ملتے ہوئے میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی ....میرے چہار سو دنیا ہی بدل چکی تھی.... یوں لگ رہا تھا کہ آندھی مجھے اُڑا کر کسی اور ہی دیس لے آئی ہے....پھر محسوس ہوا کہ مکاں تو وہی ہے....شاید زماں بدل چُکا ہے!

"برکت علی اسلامیہ ہال" میں نے عمارت کے ماتھے پر کندہ عبارت پڑھنے کی کوشش کی۔ عمارت کا بانکپن بھی بدل چکا تھا.... اس کی شان وشوکت رونق بحال ہو چکی تھی....اک عجب سی چہل پہل کا احساس ہو رہا تھا....فضاء میں مولویانہ عطر پھلیل کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی....پھر مجھے سفید اُجلے لباس، سیاہ ریشِ دراز اور دیدہ زیب شملوں میں ملبوس کچھ نورانی پیکر نظر آئے.... شستہ اُردو میں ہونے والی غیر مبہم گفتگو سنائی دینے لگی....دبی دبی ہنسی کی خوش کن آواز....السلام علیکم....سبحان اللہ....ماشاء اللہ....کی صدائیں....! میں آہستہ آہستہ کپڑے جھاڑتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا....اور برآمدے کی دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا۔ اچانک ایک نوجوان مولوی، جس نے انگریزی کوٹ، اور جناح کیپ پہن رکھی تھی۔ میری طرف دوڑا چلا آیا۔

"آپ ادھر ہیں؟....ہم پچھواڑے میں تلاش کر رہے ہیں! "

میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی، لیکن چپ رہا۔

"یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مت دیکھئے....چاند پُوری۔ روزنامہ ''افلاک''، لاہور...!" انہوں نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"چاند پوری....؟" میں نے بمشکل کہا۔

."سب بتا دونگا....میرے ساتھ تشریف لایئے....اخباری نمائندگان اس طرف کھڑے ہیں!"

"یہ سب کیا ہے؟ ہم کہاں ہیں؟ "

"بس تھوڑا رِیورس گیئر لگا یا ہے....اور کچھ نہیں!" وہ مجھے کھینچتے ہوئے بولے۔

"رِیورس گیئر؟ "

"سمے ساٹو" سے گزر کے تھوڑا پیچھے آ گئے ہیں یار....شانت رہو! "

"سمے ساٹو؟ کون سا سمے ساٹو؟"

"ایک سوئی جتنا سوراخ....جو تاریخ سے آر پار ہے "

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا!.... یہاں ہو کیا رہا ہے؟ "

"آل پاکستان علماء کنونشن 13 جولائی 1952....تاریخ کا دھارا بدلنے کے لئے.... "

"اُنیس سو باوَن؟ "

"اچھا تم یہیں رکو....میں ابھی آیا....سمے ساٹو سے گزر کر مجھے زور کی بھوک لگتی ہے "

چاند پوری مجھے ایک جگہ کھڑا کر کے جانے کہاں نکل گئے۔ میں ایک بار پھر سرکتا ہوا دیوار کے قریب ہولیا....ایک عجب سا خوف مجھے دامن گیر تھا۔ یہاں کچھ اور لوگ بھی کھڑے تھے۔ایک ادھیڑ عمر بزرگ گلے میں کوئی لالٹین نماء چیز لٹکائے میرے قریب آئے۔

"مرتضی میکش....روزنامہ ''آزاد''....آپ کا تعارف؟" انہوں نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

"ظف فر....ظفر...." میں نے بمشکل کہا۔

"آپ اتنے جُز بجز کیوں ہیں؟....کس روزنامچے سے ہیں؟ "

"روزنامچہ؟....ہاں....روز....نامہ....اسلام" میں نے جیب سے ٹوپی نکال کر سر پر اوڑھ لی۔

"روزنامہ اسلام؟؟....کہاں سے چھپتا ہے؟؟ "

"میرا خیال ہے....کراچی سے..." میں نے قدرے بے اعتمادی سے کہا۔

"سرکولیشن کیا ہے میاں؟" وہ چشمے سے جھانکتے ہوئے بولے۔

"یہ....لالٹین کیوں لٹکا رکھی ہے گلے میں؟" میں نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

بزرگ نے پہلے مجھے حیرت سے گھورا، پھر زور کا قہقہہ لگایا:

"لالٹین نہیں برخوردار....کیمرہ ہے...کوڈک براؤنی سکس ٹوئنٹی....بالکل نیا ہے....فورٹی سکس ماڈل! "

"فورٹی سکس ماڈل.....اچھا ہے۔" میں نے ہونٹ سیٹی کے انداز میں سکیڑے اور ساتھ ہی بے خیالی میں جیب میں رکھے موبائل کو ٹٹولنے لگا۔اتنے میں چاند پوری آ گئے۔ان کے ہاتھ میں دو عدد سموسے تھے۔

"ایک ابھی کھا لیجئے....دوسرا کنونشن کے بعد....سمّے ساٹو کی بھوک تھم جائے گی! "

"مجھے بھوک نہیں....مجھے....واپس جانا ہے....میرا تھیسس...! "

"ہم واپس جائیں گے....لیکن فیلڈ ورک کے بعد...!!! "

"نہ کریں....میرا مستقبل تباہ ہو جائے گا.... "

"آہستہ بولو....لوگ کھڑے ہیں!! دیکھو ایک دم شانت رہو....سمے ساٹو کے اُس پار صرف تین منٹس گزریں گے....اور اِدھر تین سال! "

"لیکن ہم یہاں آئے کس لئے ہیں؟ "

"تحریکِ ختمِ نبوت کا مطالعہ کرنے کے لئے....بچشمِ خود! "

اتنی دیر میں کچھ مزید لوگ صحن میں داخل ہونے لگے۔

"میرے ساتھ آ جایئے....علمائے کرام کی تشریف آوری شروع ہو چکی۔ "

ہم دونوں کنونشن ہال کے آہنی گیٹ کی طرف بڑھے....

"وہ رہے ابوالحسنات....اس کنونشن کے میزبان!"انہوں نے ایک عمر رسیدہ بزرگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ابوالحسنات؟؟...."میں زیرِلب بڑبڑایا۔

"ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری....مسجد وزیر خان لاہور کے خطیب ہیں....ان کے ساتھ اونچے شملے والا جو خوبصورت نوجوان کھڑا ہے....پہچانا؟"

"نہیں.....!!!"

"شو نے بڑا صفر نالج ہے تمہارا..مولانا عبدالستار نیازی ہیں بھئی...ممبر پنجاب اسمبلی!"

"اوہ....ہاں....مجھے یاد آ گیا۔"میں نے کہا۔

کچھ ہی دیر میں، میں واقعی شانت ہوگیا اور ماحول آشنا ہونے لگا۔ مجھے یہ سب کچھ اب بھلا محسوس ہورہا تھا۔اسی دوران علماء و مشائخ کی آمد شروع ہوگئی۔ چاند پوری برابر تعارف کراتے جارہے تھے۔سب سے پہلے جمعیت علماء پاکستان کے مولانا عبدالحامد بدایونی،مولانا غلام محمد ترنّم،اور پھر حافظ خادم حسین تشریف لائے۔اس کے بعد جمعیت اہلحدیث کے مولانا محمد اسمعیل اور مولانا عطاءاللہ حنیف کی آمد ہوئی۔سفید تہمد پہنے جمعیت علمائے اسلام کے 62 سالہ بزرگ مولانا احمد علی لاہوری عصاء ٹیکتے ہوئے تانگے سے اترے اور میزبانوں سے بغلگیر ہوئے۔ان کے ہمراہ قاضی احسان احمد شجاع آبادی تھے۔اس کے بعد جماعت اسلامی کے سروقد میاں طفیل محمد، جناب امین احسن اصلاحی اور نصراللہ خان عزیز تشریف لائے۔ جناح کیپ اور شیروانی میں ملبوس ایک کلین شیوڈ نوجوان کی آمد ہوئی تو چاند پوری نے بتایا کہ سیّد مظفرّ علی شمسی ہیں....مجلس تحفّظ حقوقِ شیعہ پاکستان کے صدر۔اس کے بعد مجلس احرار کے مولانا لال حسین اختر اور مولانا محمد علی جالندھری تشریف لائے۔

پھر یکا یک شور اٹھا....."بابو جی آ گئے....بابو جی آ گئے۔"

ابوالحسنات اور عبدالستار نیازی استقبال کو دوڑے....مجمع میں ایک جوش اور ولولہ پیدا ہونے لگا....ایک صوفی بزرگ کی آمد ہوئی...کھلتا ہوا گورا رنگ، کانوں کی لوؤں تک آتی ہوئی گھنگھریالی زلفیں، سلیقے سے بنی ہوئی سفید داڑھی، چشمے سے جھانکتی ذہین، چمکدار اور خوبصورت آنکھیں۔

"یہ بابو جی کون ہیں؟؟"

"پیر مہر علی شاہ صاحب کے فرزندِ ارجمند....سبحان اللہ!!! صوفی باپ نے جس مشن کا بیڑا اٹھایا تھا۔اب بابو جی اُس کے پتوار درست کرنے آئے ہیں....صاحبزادہ غلام محی الدین گولڑوی!!!"

اس دوران ہال کا مرکزی دروازہ کھل گیا۔اور اکابرین اندر تشریف لے جانے لگے۔ چاند پوری میرا ہاتھ پکڑ کر ہال کی طرف کھینچتے ہوئے بولے:

"دیکھو اس نظارے کو....مدتوں بعد امّت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہورہی ہے.....ملّت کی کشتی کو ایک بار پھر طوفانِ قادیانیت کا سامنا ہے....ایک نئی جدّ وجہد کا آغاز ہورہا ہے.....جانگداز قربانیوں....دار و رسن.....اور استقامت کی ایک نئی تاریخ رقم ہونے والی ہے.....اور ہم اس تاریخ کے عینی شاھد بننے چلے ہیں!"

(جاری ہے)

سید محمد کفیل بخاری کا دورۂ خیبر پختونخوا

کاروانِ احرار......منزل بہ منزل

تنویرالحسن احرار

۲۹؍دسمبر ۱۹۲۹ء مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ بنیادی مقاصد ہندوستان کی آزادی، حکومت الٰہیہ کا قیام اور تحفظ عقیدۂ ختم نبوت کے لیے پر امن جدوجہد تھی۔ بانی جماعت اور امیر اوّل امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت تھی۔ آپ کے اخلاص اور للّٰہیت نے برصغیر کی تمام بڑی شخصیات کو اپنا مداح بنالیا۔ صرف تین ماہ کے عرصے میں ۳۰؍مارچ ۱۹۳۰ء کو محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ سو علماء کی موجودگی میں انجمن خدام الدین شیرانوالہ لاہور کے جلسے میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو امیر شریعت کی ذمہ داری سونپ کر بیعت الی الحق کرلی۔

امیر شریعت کی ذمہ داری سونپنے کے بعد شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر کے طول و عرض میں انگریزی اقتدار کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا۔ ملک کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جہاں شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے قدم نہ لگے ہوں۔ یوں تھوڑے ہی عرصے میں مجلس احرار اسلام مسلمانوں کی مقبول عام جماعت بن گئی۔ تحریک آزادی کشمیر ہو، یا تحریک مسجد شہید گنج ہو یا تحریک مدح صحابہ رضی اللہ عنہم ہر تحریک میں مجلس احرار نے صف اول کا کردار ادا کیا۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء میں تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت کی داعی جماعت مجلس احرار اسلام تھی جس نے سنت صدیقی رضی اللہ عنہ کو زندہ کرتے ہوئے تحفظ ختم نبوت کے لیے دس ہزار نفوس قدسیہ کی قربانی دی۔ ۱۹۵۳ء میں مجلس احرار خلاف قانون قرار دے دی گئی، ۱۹۵۴ء میں شعبہ تبلیغ مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے متحرک کردیا گیا۔ ۱۹۵۸ء میں احرار سے پابندی ختم ہونے پر امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان میں احرار کے پرچم کو لہرایا اور اعلان کیا کہ میرا جینا مرنا احرار کے ساتھ ہے۔ میں جنگل میں ایک کٹیا بنالوں گا اور اس پہ احرار کا جھنڈا لہرادوں گا یہی میرا دفتر ہوگا اور یہی میرا ٹھکانہ۔ جس نے مجھے ملنا ہو یہاں آجائے گا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت شروع ہوئی تو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ عالم فنا سے عالم بقاء میں جاچکے تھے۔ ابنائے امیر شریعت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں احرار نے بھرپور کردار ادا کیا۔ سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ، سید عطاء المومن بخاری دامت برکاتہم اور سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ نے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کی قیادت وسیادت میں تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور اللہ کے فضل سے یہ تحریک کامیاب ہوئی۔ ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو پارلیمنٹ میں حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ملت اسلامیہ کا مقدمہ لڑا گیا اور پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ شہداءِ ختم نبوت کا خون اور امیر شریعت سید عطاء

اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی محنت رنگ لائی۔مختلف ادوار میں چودھری افضل حق،مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، ماسٹر تاج الدین انصاری،شیخ حسام الدین،مولانا مظہر علی اظہر، آغا شورش کاشمیری،مولانا لال حسین اختر،مولانا عبدالکریم مباہلہ،مولانا عنایت اللہ چشتی،غلام نبی جانباز،مولانا محمد علی جالندھری،مولانا محمد حیات،مولانا گلشیر اعوان شہید رحمتہ اللہ علیہم جیسی قیادت نے احرار کو طاقت بخشی۔ چودھری ثناء اللہ بھٹہ،محمد حسن چغتائی،مولانا عبیداللہ احرار اور مولانا فضل الرحمٰن احرار رحمتہ اللہ علیہم جیسے مجاہدوں نے مجلس احرار اسلام کے لیے اپنا تن من دھن لگا دیا۔موجودہ قافلہ احرار ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کی امارت اور ابن امیر شریعت سید عطاء المومن بخاری مدظلہٗ کی سرپرستی و دعاؤں سے اپنے مبارک سفر کی طرف رواں دواں ہے۔جس کے روح و رواں نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ،میاں محمد اویس،مولانا محمد مغیرہ اور ڈاکٹر عمر فاروق ہیں۔

قافلہ احرار روز بروز ترقی کی راہ پہ گامزن ہے۔ملک بھر میں پھیلے مراکز میں تعلیم قرآن کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا کام جاری ہے۔امیر احرار حضرت سید عطاء المہیمن بخاری کی علالت کی وجہ سے اسفار کا سلسلہ ختم ہوا تو نائب امیر احرار سید کفیل شاہ جی اس کمی کو پورا کررہے ہیں۔ ملک بھر میں تبلیغی و تنظیمی سرگرمیاں،لٹریچر کی اشاعت، ماہنامہ نقیب ختم نبوت کی اشاعت و ترسیل، ماہنامہ احرار نیوز کی اشاعت سمیت جماعتوں اور کارکنوں کے مسائل،ان کی دیکھ بھال،مراکز میں سو سے زائد کارکنوں کی ضروریات کا خیال رکھنا۔ یہ سب سید کفیل شاہ جی نے اپنے اوپر فرض کیا ہوا ہے۔

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں کو دعوت اسلام کے فریضے کی ادائیگی کے لیے سید محمد کفیل بخاری مختلف اوقات میں ملک بھر کے شہروں،قصبوں، دیہاتوں کا سفر جاری رکھتے ہیں۔گزشتہ چند برسوں سے صوبہ خیبر پختونخواہ میں اجتماعات کا نظم راقم تنویرالحسن کے ذمے ہوتا ہے۔الحمدللہ ہری پور سے مانسہرہ تک اور خیرآباد سے چارسدہ، پشاور، مردان، نوشہرہ اور کوہاٹ تک کے اضلاع میں ختم نبوت اجتماعات کے ذریعے صدائے حق بلند ہو رہی ہے۔

امسال پشاور میں انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس نشتر ہال ۷؍اگست کو طے تھی اسی مناسبت سے اجتماعات کی ترتیب تشکیل دی گئی۔

سید کفیل بخاری نے ۳۰؍جولائی کو ملتان سے رخت سفر باندھا اور بھائی سعید احمد کے ہمراہ لاہور پہنچ گئے۔ ۳۱؍ جولائی کو سیالکوٹ میں بھائی امجد حسین احرار کے گھر ماہانہ درس قرآن تھا۔سابق قادیانی، بھائی محمد آصف،محمد قاسم چیمہ کی معیت میں شاہ جی سیالکوٹ پہنچے درس قرآن دیا۔رکنیت سازی کے بعد سیالکوٹ کی جماعت تشکیل دی اور رات گئے لاہور واپسی ہوئی۔ یکم اگست صبح آرام کے بعد اور مختلف امور نمٹاتے ہوئے شاہ جی نے راولپنڈی کے لیے سفر شروع کیا۔ برادرم محمد قاسم چیمہ اور بھائی سعید احمد ہمراہ تھے۔ دو بجے دوپہر کے قریب بلکسر انٹرچینج سے بندۂ فقیر نے ہمراہی کی سعادت حاصل کی اور سفر شروع ہو گیا۔ چکری انٹرچینج پر نماز ظہر ادا کی۔شاہ جی کو راقم نے پورے سفر کا شیڈول سنایا جس میں اٹھارہ بیانات اور بیس کے قریب عمومی ملاقاتیں طے تھیں۔ پونے چار بجے ہمارا قافلہ اسلام آباد جامع مسجد صدیق اکبر جھنگی سیداں پہنچا۔ جہاں مولانا پیر محمد ابوذر، بھائی اشرف اور دیگر احباب نے استقبال کیا۔کچھ دیر آرام اور نماز عصر کے ادا کرنے

کے بعد پیر ابوذر صاحب کی روایتی ضیافت سے لطف اندوز ہوکر جامع مسجد ریاض الجنۃ سرسید چوک پہنچے جہاں مغرب کی نماز کے بعد ختم نبوت کے عنوان پہ شاہ جی نے بیان کیا۔ شاہ جی کے بیان سے قبل جمعیت علماء اسلام کے معروف عالم دین مولانا محبوب الرحمٰن قریشی نے مدارس دینیہ کی خدمات اور مجلس احرار اسلام کا تعارف کروایا۔ قاری فہد رضا منتظم ادارہ نے خیر مقدمی کلمات کہے۔ عشاء کی نماز کے بعد آریہ محلّہ میں چودھری خادم حسین صدر مجلس احرار اسلام راولپنڈی کے گھر پہنچے جہاں شہر بھر کے احرار کارکن جمع تھے۔ کھانا تناول کیا۔ احباب احرار سے مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی، بارہ بجے کے قریب واپس مسجد صدیق اکبر پہنچے، آرام کیا۔

۱۲/اگست سوموار ۹ بجے المصطفیٰ قرآن اکیڈمی، خیابان سرسید میں بھائی وقاص سعید کی دعوت پر شاہ جی نے خواتین سے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے خطاب کیا۔ بھائی وقاص سعید نوجوان عالم دین اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی سے شریعہ لا کر چکے ہیں۔ متفکر اور صالح نوجوان ہیں۔

نظم کے مطابق المصطفیٰ اکیڈمی سے فارغ ہوکر جامعہ محمدیہ F6/4 اسلام آباد جانا تھا مگر حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہٗ (خلیفہ مجاز شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ) کے حکم پر مولوی ابوذر صاحب کی معیت میں دارالعلوم زکریا پہنچے۔ جہاں صاحبزادہ مولانا اویس عزیز دیگر علماء سمیت استقبال کے لیے موجود تھے۔

حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ سے تین گھنٹے نشست ہوئی۔ سادات بنی ہاشم سے خاص لگاؤ اور محبت ان کے خمیر میں شامل ہے۔ بڑی محبت سے بار بار ”شاہ بادشاہ“ کہہ کر مخاطب کرتے۔ حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ اور مدینہ منورہ میں حضرت شیخ الحدیث کی خانقاہ میں ابنِ امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کی رفاقت میں گزرے واقعات کے تذکرے بہت دیر تک ہوتے رہے۔ حضرت نے خوب اکرام فرمایا۔

دارالعلوم زکریا سے فارغ ہوکر سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں مجاہد ختم نبوت بھائی ناصر صاحب کے گھر پہنچے جہاں دوپہر کے کھانے کا اہتمام تھا۔ بھائی ناصر معروف تاجر ہیں اور ختم نبوت کے کام میں ہر وقت لگے رہتے ہیں۔ یہاں سے جامعہ محمدیہ اسلام آباد پہنچے جہاں مفتی سعید الرحمٰن ناظم جامعہ، مولانا تنویر احمد علوی اور دیگر اساتذہ نے استقبال کیا۔ سوا چار بجے شاہ جی کا طلباء میں بیان شروع ہوا۔ شاہ جی نے طلباء کو اپنے اکابر کے نقش قدم پہ چلنے کی تلقین کی سوا پانچ بجے تک بیان جاری رہا۔ نماز عصر کے بعد مہتمم جامعہ مولانا ظہور احمد علوی مدظلہٗ کی محبتوں کو سمیٹتے ہوئے ٹیکسلا کی طرف روانہ ہوئے جہاں شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالغفور قریشی دامت برکاتہم سے ملاقات مقصود تھی۔ حضرت کے بیٹے مولانا زکریا نے دیگر احباب کے ساتھ استقبال کیا۔ نماز مغرب ادا کی، حضرت مولانا عبدالغفور دامت برکاتہم کمال شفقت سے پیش آئے۔ حیران کن بات یہ تھی کہ کفیل شاہ جی دو دن سے بیانات میں علماء، طلباء کو جن باتوں کی طرف متوجہ فرمارہے تھے حضرت مولانا عبدالغفور مدظلہٗ نے وہ ہی باتیں دہرائیں اور شاہ جی کی گفتگو پہ مہر تصدیق ثبت کی۔ شاہ جی عرض کیا حضرت یہ آپ کی توجہ اور توارد ہے، میں دو دن سے یہی باتیں اپنے بیانات میں عرض کر رہا

ہوں۔حضرت سے دعا کرائی اور اجازت لے کر وحدت کالونی ٹیکسلا میں مولانا عطاء اللہ شاہ ہاشمی کی قیام گاہ پہنچے جہاں عشائیہ کا انتظام تھا۔ استاذ القراء قاری عبدالجلیل صاحب بھی احباب کے ساتھ پہنچ گئے۔رات ایک بجے مسجد صدیق اکبر جھنگی سیداں راولپنڈی پہنچے اور آرام کیا۔

۳راگست صبح ۹ بجے واہ کینٹ کی مرکزی جامع مسجد مدرسہ عربیہ تدریس القرآن کی طرف روانہ ہوئے۔ پروانہ ختم نبوت حضرت مولانا محمد اسحاق پیرانہ سالی، ضعف، بیماری کے باوجود سٹیج پہ جلوہ افروز تھے۔مولانا محمد قاسم ادریس مہتمم ادارہ نے خوب محبت کا اظہار فرمایا۔شاہ جی نے علماء، طلباء اور عوام الناس سے ایک گھنٹہ ختم نبوت کے کام کی اہمیت اور موجودہ فتنوں کے دور دینی قوتوں کو کیا کردار ادا کرنا چاہیے کے عنوان پہ خطاب کیا۔

مولانا قاری عبدالجلیل صاحب سمیت علماء کی بڑی تعداد موجود تھی۔واہ کینٹ سے ہزارہ ڈویژن کے لیے روانہ ہوئے۔تو اب ہمارے قافلے میں مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل اور معروف کالم نگار ڈاکٹر عمر فاروق احرار بھی شامل ہوگئے۔حسن ابدال جو تاریخی شہر ہے وہاں مختصر رکے اور مولانا محمد ناصر خان سے ملاقات کے بعد ہری پور روانہ ہوگئے۔ ہری پور جب بھی داخل ہوتے تھے سرائے صالح کے معروف دوست بھائی فہیم قریشی مرحوم استقبال کے لیے موجود ہوتے تھے۔ان کو فوت ہوئے دو سال کا عرصہ بیت گیا ہے۔ بھائی فہیم قریشی مرحوم کی یادیں لیے بوجھل دل کے ساتھ سرائے صالح سے گزرے اور بوقت نماز ظہر مرکز اہل حق مرکزی جامع مسجد امیر معاویہ حویلیاں پہنچے۔علاقے کی خوبصورت اور بڑی جامع مسجد اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود نمازوں کے اوقات میں تنگ پڑ جاتی ہے۔خطیب مسجد محقق اسلام پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی ہیں۔ بیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں ہر کتاب اپنا تعارف آپ ہے۔تازہ دو کتب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے باقدین اور امام طبری، افسانہ ساز شخصیت قابل مطالعہ کتب ہیں۔حضرت قاضی صاحب خاندان امیر شریعت کے ساتھ والہانہ محبت کرتے ہیں۔حقیقی معنوں میں دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے دن رات قلمی جہاد میں مصروف ہیں۔ جب بھی شاہ جی کا اس علاقے کا سفر ہوتا ہے حویلیاں حاضری دینا واجب ہو جاتا ہے۔قاضی صاحب گرمیوں کے ایام آزاد کشمیر میں گزارتے ہیں ان دنوں بھی وہاں ہی ہیں۔مگر جوں ہی پروگرام کی ترتیب بنی قاضی صاحب نے فرمایا کہ حویلیاں حاضری لازمی ہونی چاہیے۔اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کے علم وعمل میں برکت نصیب فرمائے۔ مسجد کے نائب خطیب مولانا منظور احمد صاحب اور حافظ ظہیر احمد نے استقبال کیا۔نماز ظہر کی ادائیگی سے متصل شاہ جی کا بیان ہوا۔اہل علاقہ بھی شاہ صاحبان سے بہت محبت کرتے ہیں اور محبت کی ایک ہی وجہ میری سمجھ میں آئی ہے کہ سادات کی صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت اور ان کا دفاع۔کچھ دیر آرام کیا اور عصر کی نماز پڑھتے ہی ایبٹ آباد کے لیے روانہ ہوئے جہاں خانوادۂ زاہد الحسینی کے روح رواں پیر طریقت مولانا قاضی محمد ارشد الحسینی دامت برکاتہم اور حضرت کے فرزند مولانا قاضی محمد احمد الحسینی کو منتظر پایا۔حضرت قاضی صاحب خوب مجلسی انسان ہیں بہت تواضع کی۔مولانا قاضی محمد احمد روایتی صاحبزادوں سے کوسوں دور خدمت گار انسان ہیں۔رات کا قیام حضرت قاضی صاحب کی خانقاہ میں ہی تھا۔

۴راگست جمعرات کے دن مولانا نصیر خان جدون کی معیت میں ہرنوئی گئے واپسی پر ہزارہ کی معروف ”الیاسی

مسجد'' دیکھی۔ مولانا نصیر خان نے الیاسی مسجد کی مشہور سوغات پکوڑوں سے تواضع کی۔ اور ہمیں ایبٹ آباد سے مانسہرہ روڈ پہنچ کر الوداع کہا۔ ایبٹ آباد سے مانسہرہ انتہائی مصروف سڑک ہے کم وبیش آدھے گھنٹے کا سفر ڈیڑھ گھنٹے میں طے ہوا۔ مانسہرہ جناح کالج میں مفتی عبدالرزاق آزاد کی کوشش اور پرنسپل ادارہ جناب فیاض خان کی خصوصی دلچسپی سے ''ختم نبوت سیمینار'' کا انعقاد کیا گیا تھا جس کی صدارت مفتی وقار الحق عثمان نے کی۔ کالج انتظامیہ اور سٹوڈنٹس نے خصوصی دلچسپی لی۔ اس سیمینار میں علاقہ بھر کے کالجز کے پرنسپل اور ذمہ دار حضرات نے شرکت کی۔ طلباء نے مہمانِ خصوصی سید محمد کفیل بخاری کا زبردست استقبال کیا۔

شاہ جی نے نظم ونعت کے بعد انتہائی خوبصورت انداز میں عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے مفصل گفتگو کی جس کو کالج کے طلباء اور دیگر طبقے نے بہت سراہا۔ سیمینار کے اختتام پر مہمانوں کی پرتکلف ضیافت کی گئی۔ جناح کالج سے مانسہرہ کی قدیم مرکزی جامع مسجد پہنچے علاقہ بھر سے کثیر تعداد میں علماء کرام جمع تھے۔ شاہ جی سے سب علماء کی ملاقات ہوئی۔ موجودہ حالات میں علماء کی ذمہ داریوں، حکمت عملی اور مؤثر کردار کے عنوانات پر شاہ جی نے تفصیلی گفتگو کی۔ مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی، مولانا حفیظ الرحمٰن اور مولانا طارق نعمان گڑنگی سمیت کئی علماء موجود تھے۔ عصر سے قبل ایبٹ آباد روڈ پر قصبہ ''داتا'' پہنچے جہاں عصر کی نماز پڑھی، مانسہرہ اور گردونواح کے تقریباً ۳۵ر علماء سے ملاقات ہوئی۔ داتا گاؤں میں قادیانی جماعت مضبوط رہی ہے مگر آہستہ آہستہ اب قادیانی اسلام قبول کر رہے ہیں یا وہاں سے بیرون ممالک بھاگ رہے ہیں۔ علماء نے بتایا کہ یہاں ختم نبوت کے کام میں برکت اور وسعت حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں اور توجہات کا نتیجہ ہے۔ دعوتِ چائے کے بعد مانسہرہ کے علماء نے محبتوں سے رخصت کیا۔ مفتی عبدالرزاق آزاد کی معیت میں قافلۂ احرار جامع مسجد عثمان غنی رضی اللہ عنہ اسلام کوٹ ایبٹ آباد پہنچا۔ نماز مغرب شاہ جی کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ تلاوت، نعت اور نظم کے بعد مفتی عبدالرزاق آزاد نے مجلس احرار اسلام کا تعارف خوبصورت انداز میں کرایا اور پھر شاہ جی نے عظمت توحید عقیدۂ ختم نبوت اور مقامِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عنوانات پر تفصیلی بیان کیا۔ نماز عشاء کی ادائیگی اور ضیافت کے بعد اسلام آباد کے لیے سفر شروع ہوا، رات دو بجے اسلام آباد جامع مسجد صدیق اکبر میں مولانا پیر ابوذر کے پاس پہنچے اور آرام کیا۔

۵ر اگست صبح ۸ بجے ٹیکسلا کے لیے روانہ ہوئے جہاں جمعیت علماء اسلام پنجاب کے سیکرٹری اطلاعات محمد اقبال اعوان اپنے احباب کے ساتھ منتظر تھے۔ اقبال اعوان جمعیت کے متحرک ذمہ دار ہیں اور زمانہ طالب علمی سے احرار بزرگوں سے خصوصی لگاؤ رکھتے ہیں چند ماہ قبل جواں سال بیٹے حافظ اعزاز احسن کا ایکسیڈنٹ حادثے میں انتقال ہوا۔ شاہ جی اور احباب نے تعزیت کی۔ JUI ٹیکسلا کے امیر حکیم اسعد سمیت معروف شخصیات موجود تھیں۔ دن گیارہ بجے راولپنڈی کے لیے عازم سفر ہوئے۔ شاہ جی، اقبال اعوان صاحب کی گاڑی میں بیٹھ گئے، پونے بارہ بجے جامعہ اسلامیہ کامران مارکیٹ راولپنڈی صدر پہنچے۔ اس ادارے کا شمار پنجاب کے بڑے مدارس میں ہوتا ہے۔ حضرت مفتی احمد الرحمٰن رحمہ اللہ مہتمم جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے بھائی حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن رحمہ اللہ نے نصف صدی قبل اس ادارے کی بنیاد رکھی۔ قاری صاحب معروف سیاسی بزرگ تھے، صوبائی وزیر بھی رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین مولانا ڈاکٹر عتیق

الرحمٰن اس ادارے کو سنبھالا اور ادارے نے خوب ترقی کی۔ تعلیم و تدریس اور اہتمام کے ساتھ JUI پنجاب کی امارت کی ذمہ داری بھی انتہائی خلوص کے ساتھ نبھا رہے ہیں۔ ڈاکٹر عتیق الرحمٰن اور ان کے ساتھیوں نے خیر مقدم کیا۔ جمعہ کا بیان ایک بجے شروع ہوا۔ وسیع و عریض مسجد، گیلریاں، صحن اور برآمدہ کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ شاہ جی نے عقیدہ ختم نبوت، مجلس احرار اسلام اور محاسبہ قادیانیت کے عنوان پر پینتیس منٹ خطاب کیا۔ نماز جمعہ پڑھائی، بعد میں معروف صحافی روزنامہ امت کے کوآرڈینیٹر سعود ساحر سمیت دیگر شخصیات موجود تھیں۔ سعود ساحر نے اپنی کتاب تحریک ختم نبوت، شاہ جی اور ڈاکٹر عتیق الرحمٰن کو پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب کی پر تکلف ضیافت کے بعد اجازت لی اور اسلام آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ آبپارہ میں روزنامہ اوصاف کے دفتر میں معروف کالم نگار سیف اللہ خالد منتظر تھے، خیر مقدمی کلمات کے بعد سیف اللہ خالد اور جناب عمر فاروق نے شاہ جی کا انٹرویو کیا۔ اوصاف سے روزنامہ مشرق کے دفتر گئے جہاں ظفر سلطان منتظر تھے۔ ظفر سلطان اور ان کی ٹیم نے انٹرویو کیا اور روزنامہ مشرق کے چینل جو پشتو زبان میں پشاور سے شروع کیا جا رہا ہے کے لیے شاہ جی سے تأثرات لیے۔ نماز مغرب جھنگی سیداں پہنچ کر ادا کی جبکہ ڈاکٹر عمر فاروق واپس تلہ گنگ اور مولانا ابوذر اپنے گھر روانہ ہو گئے۔ خیبر پختونخواہ کا سفر شروع ہوا، اٹک کے بعد جی ٹی روڈ پر KPK کا پہلا ضلع نوشہرہ آتا ہے۔ یہ ضلع فوجی ٹریننگ اور بھرتی کے حوالے سے مشہور ہے جبکہ یہاں بڑے مدارس موجود ہیں۔ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کو دیوبند ثانی کہا جاتا ہے۔ یہ پورا علاقہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے علمی فیض کا مظہر ہے۔ رات ساڑھے نو بجے جامعہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خالق آباد نوشہرہ پہنچے، حسب روایت محقق العصر مولانا عبدالقیوم حقانی ''مصنف کتب کثیرہ'' سینکڑوں طلباء کے ساتھ منتظر تھے۔ بھرپور استقبال کیا۔ ہم نے نمازِ عشاء ادا کی اور پھر حضرت حقانی کے ساتھ دیر تک مجلس جمی رہی۔ وہ اپنی ذات میں انجمن ہیں پشتون روایات کے مطابق خوب مہمان نوازی کی۔ حقانی صاحب ان دنوں شرح صحیح مسلم پہ کام کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ دیگر کتب بھی منصۂ شہود پر آتی رہتی ہیں۔ ۶/ اگست نماز فجر کے بعد جامعہ کے مدرس مولانا نور اللہ نور جو خدمت پہ مامور تھے کے ساتھ مختلف موضوعات پر سیر حاصل گفتگو ہوتی رہی۔ نہایت مستعد اور نیک عالم ہیں۔ ناشتے کے بعد شاہ جی کا بیان شروع ہوا۔ ہزار کے لگ بھگ طلباء نے مسجد ابوہریرہ میں بیٹھ کر اور سینکڑوں طالبات نے پردے میں اپنے جامعہ میں بیٹھ کر بیان سنا۔

شاہ جی کے اس سفر کے متعلق راقم نے اخبارات کے ذریعے اشتہارات دیے اور احباب کو مطلع کیا۔ جہاں چاہنے والوں کو خوشی ہوئی وہاں بعض دوستوں کو سخت پریشانی بھی ہوئی۔ جامعہ اسلامیہ اضاخیل نوشہرہ بہت بڑا ادارہ ہے، جامعہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد دن دس بجے شاہ جی کا وہاں بیان طے تھا مگر پریشان دوستوں کے دباؤ پر منتظم ادارہ نے بے بسی کا اظہار فرمایا اور پروگرام منسوخ کر دیا۔ حسبِ روایت مولانا حقانی صاحب نے کتابوں کا تحفہ پیش کیا اور اجازت لے کر ہم واپس اکوڑہ خٹک کے لیے روانہ ہو گئے۔ امام المجاہدین شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر حاضری دی، حضرت کے داماد مولانا ضیاء الرحمٰن اور مولانا سید ارشد علی شاہ بن شیر علی شاہ نے خوب محبتوں سے نوازا۔ حضرت کی قبر پر فاتحہ و دعا کے بعد قیام گاہ پر حاضری دی۔ جہاں کبھی حضرت آرام فرما ہوتے تھے آج وہ حجرہ ادرس تھا انا للہ وانا الیہ

راجعون۔ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ پہنچے۔ جامع مسجد عبدالحق کی تعمیر نو کا سلسلہ جاری ہے۔ حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم کی عدم موجودگی میں ان کے صاحبزادے محمد اسامہ حقانی اور بھائی شیخ الحدیث مولانا انوارالحق مدظلۂ نائب صدر وفاق المدارس پاکستان سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ کے مزار پر حاضری، فاتحہ اور دعاء کے بعد مکتبہ حقانیہ میں جناب ادریس اعوان سے ملاقات ہوئی۔ کچھ دیر کے پاس بیٹھے اجازت لی اور اگلے سفر کے لیے روانہ ہوگئے۔

محترم قارئین! جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا کہ نواسۂ امیر شریعت کے اس دورہ سے بعض دوست بہت پریشان ہوئے۔ انھوں نے اپنی پریشانی کا اظہار اچھے اخلاق سے نہیں کیا۔ جو تحفظ ختم نبوت جیسے عظیم الشان کام کرنے والوں کو زیب نہیں دیتا تھا۔ جامعہ دارالعلوم اسلامیہ، جامعہ امام اعظم ابوحنیفہ، جامعۃ الحسن چارسدہ میں طے شدہ اجتماعات بند کروادیے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان دوستوں کو اخلاص، محبت، رواداری اور اعلیٰ اخلاق کی نعمتیں عطاء فرمائے اور حسد کی بیماری سے شفا عطاء فرمائے۔ نوشہرہ سے ہوتے ہوئے ہم چارسدہ پہنچے۔ کچھ دیر کے لیے جامعہ دارالادب میں رکے، JUI ضلع چارسدہ کے امیر مولانا محمد ہاشم صاحب نے اساتذہ کے ساتھ خیر مقدم کیا اور بہت اعلیٰ اخلاق سے پیش آئے۔ انھوں نے ''پریشان دوستوں'' کے حوالے سے بعض سوالات بھی کیے، شاہ جی نے بڑے تحمل اور محبت سے جوابات عرض کیے، جنھیں سن کر تمام علماء بہت خوش اور مطمئن ہوگئے۔ ان حضرات کی محبت وخلوص اور اکرام ہمیشہ یادرہے گا۔ چارسدہ سے اتمان زئی جامعہ دارالعلوم نعمانیہ پہنچے، جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا مفتی حسن جان صاحب انتہائی نیک، صالح اور بااخلاق عالم ہیں۔ بہت بڑا ادارہ چلا رہے ہیں۔ ظہر تا عصر دارالعلوم نعمانیہ میں قیام کیا۔ ان کی محبت اور مہمان نوازی ناقابل فراموش ہے۔ عصر کے بعد اتمان زئی سے ترنگزئی روانہ ہوئے۔ ترنگزئی کا نام آتے ہی جنگ آزادی کے ہیرو حضرت حاجی صاحب کی طرف ذہن جاتا ہے جنھوں نے امیرالمومنین سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ کے قافلہ حریت کے تسلسل میں شرکت کر کے انگریزی استعمار کے خلاف زبردست جدوجہد کی۔ اتمان زئی سے ترنگزئی پہنچے جامعہ محمودیہ کے گیٹ پر مولانا حق نواز درانی، مولانا امان اللہ درانی سمیت کثیر علماء طلباء استقبال کے لیے موجود تھے۔ حضرت مولانا پیر مسعودالرحمٰن درانی دامت برکاتہم اس ادارے کے مہتمم ہیں اور حضرت پیر عزیزالرحمٰن ہزاروی مدظلۂ کے خلیفہ ہیں۔ عمر رسیدہ اور معذور ہیں، بڑی نسبت کے حامل ہیں، شیخ التفسیر مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کے نواسے ہیں۔ مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے علوم نبویہ کا خاص فہم عطاء فرمایا تھا۔ بطل حریت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ اور مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کے نواسوں کی ملاقات اور محبت دیدنی تھی۔ نماز مغرب سے پہلے حضرت افغانی کے مزار پر حاضری دی اور حسب توفیق ایصال ثواب کیا۔ نماز مغرب کی امامت سید محمد کفیل بخاری نے کرائی۔ نماز کے بعد علاقہ بھر سے علماء عاشق رسول حاجی محمد امین رحمہ اللہ کے عزیز مولانا فیضان اللہ صاحب، حضرت افغانی رحمتہ اللہ علیہ کے نواسے قاری انواراللہ، پشتو کے معروف خطیب مولانا محمد امیر بجلی گھر رحمہ اللہ فرزند مولانا محمد قاسم مدظلۂ سمیت بیسیوں علماء اور معززین علاقہ نے شاہ صاحب کی ترنگزئی آمد پر خوشی کا اظہار کیا۔ شاہ صاحب کو جب بیان کے لیے دعوت دی گئی تو پورا مجمع استقبال کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

سید محمد کفیل بخاری نے خاندانی روایت کے مطابق تلاوت قرآن کی تو سماں بندھ گیا آپ نے حضرت افغانی کی شخصیت و کردار، علمی مقام، خدمات اور علماءِ امت کی قربانیاں اور اوصاف خوب بیان کیے۔ آخر میں محاسبۂ قادیانیت اور تحریک ختم نبوت کے حوالے سے مجلس احرار اسلام کی خدمات پر روشنی ڈالی۔ پشاور کے احباب بھائی شہاب خان اور ان کے والد محترم جناب فضل ہادی کی دعوت پر پشاور کے لیے عازم سفر ہوئے۔ بھائی شہاب خان اور ان کے والد محترم نے بہت محبت کی، رات کو ان کے گھر محلّہ بشیر آباد میں قیام کیا۔

۷/اگست اتوار صبح ساتھ بجے بھائی شہاب کے گھر میں بنات کے مدرسے میں خواتین کا اجتماع ہوا۔ شاہ جی نے اسلامی معاشرے میں خواتین کا کردار کے عنوان پہ گفتگو کی۔ نو بجے پشاور کے معروف ادارے دارالعلوم سرحد پہنچے۔ یہ ادارہ مولانا ایوب جان بنوری رحمہ اللہ کی نشانی ہے بارہ سو طلباء علم دین کے حصول میں مصروف ہیں۔ مہتمم جامعہ مولانا محمد جواد خان اور مولانا تحسین اللہ خان و دیگر اساتذہ و شیوخ نے خیر مقدم کیا۔ شاہ جی نے پون گھنٹہ گفتگو کی۔ دارالعلوم سرحد سے جامعہ عثمانیہ پشاور پہنچے۔ جس کے بانی مفتی غلام الرحمٰن مدظلہٗ ہیں۔ تعلیمی و تربیتی حوالے سے جامعہ عثمانیہ کا معیار اور مقام بہت اعلیٰ ہے۔ حضرت مفتی صاحب اور جامعہ کے استاذ مولانا حسین احمد مدظلہٗ سے ایک گھنٹہ نشست ہوئی۔ جامعہ عثمانیہ سے نشتر ہال پہنچے جہاں انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے زیر اہتمام، ختم نبوت کانفرنس شروع تھی۔ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ خیبر پختونخوا کے امیر اور فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالحفیظ مکی دامت برکاتہم کے خلیفہ پیر شکیل اختر نے اپنے رفقا کے ساتھ شاہ جی کا استقبال کیا۔ پہلی نشست دس بجے دن شروع ہوئی، مختلف علماء کرام کے بیانات ہوتے رہے پونے ایک بجے سٹیج سیکرٹری نے اعلان کیا کہ خطاب کریں گے مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے نائب امیر نواسہ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری تو مجمع استقبال کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ شاہ جی نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت، فتنۂ قادیانیت کا استحصال، قادیانیوں کو اسلام کی دعوت اور تحریک ختم نبوت میں مجلس احرار کے کلیدی و سیاسی کردار پر تفصیل سے بیان کیا۔ دوران بیان مولانا عبدالحفیظ مکی، ڈاکٹر احمد علی سراج تشریف لے آئے۔ ایک عرب مہمان شیخ محی الدین احمد نے محبت کا اظہار کیا۔ شاہ جی نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت امت مسلمہ کی وحدت کا مرکز ہے۔ مجلس احرار اسلام تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے والی پہلی جماعت ہے۔ آج ملک بھر میں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں کئی جماعتیں تحفظ ختم نبوت کا فریضہ ادا کر رہی ہیں۔ مجلس احرار ان تمام جماعتوں کی ماں ہے۔ ماں کبھی بھی اپنے بچوں میں سے کسی کو برا نہیں کہتی۔ انھوں نے کہا کہ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت شبانِ ختم نبوت، سب مجلس احرار اسلام کی اپنی تنظیمیں ہیں۔ احرار کو فخر ہے کہ کبھی قادیان میں انھوں نے تنہا کام کیا اور پھر چناب نگر میں بھی سب سے پہلے تنہا کام کیا مگر آج ہماری دیگر جماعتیں بھی میدان میں اُتر آئیں اور احرار کا سہارا بنیں۔ انہوں نے کہا کہ کام کے بڑھنے سے حسد نہیں کرنا چاہیے بل کہ فخر اور شکر کرنا چاہیے۔ حسد وہ کرتا ہے جو محروم النعمۃ ہو۔ الحمدللہ احرار پر اللہ کا فضل ہے، ہر نعمت حاصل ہے۔ اس لیے حسد نہیں کرتی۔ شاہ جی نے کہا کہ میں انٹر نیشنل ختم نبوت موومنٹ، اس کے امیر مرکزیہ حضرت شیخ مکی اور آپ کے تمام رفقاء کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دنیا بھر میں ان کے کام پر انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص عطاء فرمائے اور تحفظ ختم نبوت کے لیے قبول فرمائے۔

برادرم شہاب اور محترم فضل ہادی نے پشاور سے رخصت کیا۔ شاہ جی کے بیان کے دوران راولپنڈی سے مولانا پیر ابوذر صاحب کا فون بھائی قاسم چیمہ کو موصول ہوا اور شدید بیماری کا اظہار کیا۔ شاہ جی کو جب بتایا گیا تو فرمایا کہ ہم لاہور کا پروگرام چھوڑ کر مولانا ابوذر سے ضرور ملیں گے۔ بالآخر چار بجے جھنگی سیداں راولپنڈی میں مولانا ابوذر کے پاس پہنچے جو شدید علیل میں تھے۔ قارئین دعا کریں اللہ کریم مولانا ابوذر کو صحت کاملہ عطاء فرمائیں۔ شاہ جی کو دیکھتے ہی خوشی سے اٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے شاہ جی کو دیکھ کر طبیعت سنبھل گئی ہے۔ مولانا ابوذر نے بوجہ علالت شاہ جی سے گزارش کی کہ اگر میں اس مرض میں اللہ سے جاملا تو احرار کے کوئی بزرگ میرا جنازہ پڑھائیں اور پرچم احرار میں لپیٹ کر رخصت کریں۔ فرمانے لگے یہ زندگی کی آخری خواہش کا اظہار ہے۔ ان کے ان کلمات سے شرکاءِ مجلس آبدیدہ ہوگئے۔ اسی دوران قاری محمد زبیر، خالد ایڈووکیٹ اور دیگر احباب تلہ گنگ سے آگئے جو حج کے سفر پہ روانہ ہو رہے تھے۔ پانچ بجے کے قریب اسلام آباد سے لاہور کے لیے بذریعہ موٹروے روانہ ہوئے۔ بلکسر انٹرچینج سے گزرے ہی تھے کہ گاڑی نے اپنی علالت کا ظاہر کی، کلر کہار بمشکل پہنچے کہ گاڑی نے چلنے سے انکار کر دیا۔ شاہ جی اور قاسم چیمہ کو بس پہ لاہور کے لیے روانہ کیا اور اللہ کی مدد کے منتظر راقم اور ڈرائیور سعید احمد گاڑی کے پاس رک گئے۔ بالآخر اللہ نے فضل فرمایا اور اڑھائی بجے رات لاہور مسلم ٹاؤن دفتر احرار میں جا کر آرام کیا۔

۸؍اگست سوموار دفتر احرار لاہور میں تربیت المبلغین کورس کے حوالے سے شاہ جی، محترم عبداللطیف خالد چیمہ، میاں محمد اویس، قاری محمد قاسم و دیگر احباب کی موجودگی میں میٹنگ ہوئی اور کورس کے انتظامات کے سلسلے میں کئی امور طے ہوئے۔

برادرم حافظ ضیاء اللہ ناگڑیاں گجرات سے تشریف لائے ہوئے تھے ان سے مختلف مسائل پر بات چیت او رمشاورت ہوئی۔ ۸؍اگست کی شام شاہ جی ملتان کے لیے روانہ ہوئے اور راقم تلہ گنگ کے لیے۔ یوں یہ آٹھ روزہ سفر اختتام پذیر ہوا۔

قارئین سے درخواست ہے دعا کریں اللہ کریم ہمیں اپنے بزرگوں کے اخلاص کی بدولت اس مبارک کام سے جوڑے رکھیں اور دعوت اسلام کے فریضے کی ادائیگی میں ہماری مدد فرمائے (آمین)۔

ماہانہ مجلسِ درسِ قرآن
زیرِ سرپرستی
ابن امیرِ شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
29 ستمبر 2016ء
جمعرات بعد نمازِ مغرب
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ درسِ قرآن ہوتی ہے
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

مسافرانِ آخرت

ادارہ

☆مجلس احرارِ اسلام کے قدیم اور مخلص کارکن جناب محمد طاہر لدھیانوی مرحوم (فیصل آباد) انتقال: ۳؍اگست ۲۰۱۶ء

☆مجلس احرارِ اسلام ملتان کے نائب امیر شیخ نیاز احمد، شیخ اعجاز احمد (سٹینڈرڈ بیکری) کی خالہ محترمہ انتقال: ۳؍اگست ۲۰۱۶ء

☆ملتان میں ہمارے قدیم کرم فرما حکیم حافظ محمد طارق اور حکیم محمد خلیل اللہ کے بہنوئی جناب امان اللہ مرحوم (فیصل آباد)

☆مجلس احرارِ اسلام سیالکوٹ کے نائب صدر میاں راشد ندیم کے چچا اور میاں مختار احمد کے چھوٹے بھائی میاں محمد طفیل مرحوم، انتقال: ۳۰ جولائی ۲۰۱۶ء۔ ☆مجلس احرارِ اسلام لاہور کے صدر حاجی محمد لطیف صاحب کی اہلیہ مرحومہ

☆سرگودھا میں ہمارے کرم فرما محمد اظہر سلیم کے والد ماجد حافظ محمد افضل مرحوم، انتقال ۳؍اگست ۲۰۱۶ء

☆جامعہ فتحیہ لاہور کے قدیم فاضل قاری علی محمد مرحوم (ناڑی خوشاب)۔

☆مجلس احرارِ اسلام لاہور کے کارکن جناب ڈاکٹر ضیاء الحق اور محترم طارق محمود نقشبندی کی خالہ محترمہ اور پھوپھی صاحبہ یکے بعد دیگرے انتقال کرگئیں۔ ☆تحریک طلباءِ اسلام پاکستان کے ڈپٹی کنوینر چودھری ثاقب افتخار کی خالہ مرحومہ

☆حضرت حافظ محمد رشید چیمہ مرحوم کے چچازاد بھائی مقبول حسین چیمہ ۲۹؍جولائی جمعۃ المبارک کو چیچہ وطنی میں انتقال کر گئے، اُن کی تدفین چک نمبر 12/42 ایل میں اُن کے آبائی قبرستان میں ہوئی۔

☆چیچہ وطنی میں ہمارے دیرینہ معاون شیخ عتیق الرحمٰن اور شیخ رفیق الرحمٰن کے والد گرامی اور ڈاکٹر اشرف علی جوہر کے بھائی شیخ فضل کریم ۲۳؍اگست منگل کو لاہور کے ہسپتال میں انتقال فرما گئے، نمازِ جنازہ ۲۴؍اگست بدھ کو بعد نمازِ ظہر جامع مسجد میں ادا کی گئی، عبداللطیف خالد چیمہ، چودھری سیف اللہ (لاہور) اور احبابِ جماعت نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی اور تعزیت کا اظہار کیا۔

☆رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ کے بھتیجے مولانا احمد سعید لدھیانوی رحمہ اللہ (لاہور) انتقال ۲۳؍اگست ۲۰۱۶ء

☆مدرسہ معمورہ ملتان کے ہمسائے اور معاون چودھری مشتاق احمد صاحب کی اہلیہ، چودھری اکرام اللہ اور چودھری امان اللہ کی والدہ ماجدہ طویل علالت کے بعد ۱۹؍اگست کو انتقال کرگئیں

☆چیچہ وطنی جماعت کے معاون رانا شفیق احمد صراف کے بڑے بھائی رانا آفتاب احمد یکم اگست پیر کو انتقال کرگئے۔

☆ چیچہ وطنی کی جامع مسجد کے دیرینہ خادم بھائی محمد اقبال کی اہلیہ ۵؍ اگست جمعۃ المبارک کو انتقال کر گئے۔

☆ ممتاز صحافی اور کالم نگار مجاہد ختم نبوت جناب محمد رفیق غوری مرحوم (لاہور) انتقال ۲۵؍ اگست ۲۰۱۶ء

☆ ممتاز عالم دین اور محقق حضرت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کے بڑے فرزند میاں محمد مختار عمر ۲۲؍ ذیعقدہ ۱۴۳۷ھ/ ۲۶؍ اگست ۲۰۱۶ء بروز جمعہ مکہ مکرمہ میں انتقال کر گئے۔ مرحوم سفر حج پر تھے۔ بعد نماز جمعہ حرم شریف میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔

احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خاص اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطاء فرمائے۔

دعاءِ صحت

- مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المومن بخاری دامت برکاتہم شدید علیل ہیں۔
- مدیر نقیب ختم نبوت سید محمد کفیل بخاری کی پھوپھی صاحبہ اور سید محمد اویس بخاری (گوجرانوالہ) کی والدہ شدید علیل ہیں۔
- حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب گزشتہ کئی ماہ سے کومے میں ہیں
- مجلس احرار اسلام بہاول پور کے صدر قاری عبدالعزیز صاحب شدید علیل ہیں۔ ان کے دو آپریشن ہوئے اور ٹانگ کاٹ دی گئی ہے۔ ابھی تک ہسپتال میں ہیں۔
- مجلس احرارِ اسلام راولپنڈی کے صدر پیر محمد ابوذر صاحب شدید علیل ہیں۔
- مدرسہ معمورہ کا سابق طالب علم حافظ محمد اویس سنجرانی گزشتہ چند ماہ سے شدید علیل ہے۔
- مجلس احرار اسلام چشتیاں کے امیر علی اصغر کے والد اور کارکن رانا عرفان کے والد علیل ہیں۔

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی صحت یابی کے لیے دعاء فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو شفاء کاملہ عطاء فرمائے (آمین)

قبولِ اسلام اور قادیانیت سے توبہ

نارووال (نامہ نگار) محمد نعیم ولد محمد انیس سکنہ داتہ گورائیہ کے رہائشی قادیانی مسلک چھوڑ کر کلمہ طیبہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے، بیان حلفی کے مطابق محمد نعیم نے قاری محمد یٰسین خطیب جامع مسجد فیضان مدینہ ماہیانوالہ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ (روزنامہ ”پاکستان“ 3؍ اگست 2016ء صفحہ 16)

یونیک
فاسٹ
ٹریولز اینڈ ٹورز
(پرائیویٹ) لمیٹڈ

تمام ائیرلائنز کی ٹکٹیں سستے ترین ریٹ میں حاصل کریں

نزدیک ترین رہائش | بہترین سروس

عمرہ
گروپ کے ساتھ
کے بہترین پیکج

علماء کرام گروپ کے ساتھ فری عمرہ پیکج حاصل کریں

سعودی عرب | دبئی | ملائیشیا | تھائی لینڈ | سری لنکا | چائنہ | سنگاپور | قطر | فلپائن

ماسکو | عراق | ازبکستان | مسقط | کے وزٹ ویزے معلومات

چیف ایگزیکٹو
مولانا محمد اسعد ابوبکر
03004002993
03454002993

بھمبر روڈ کوٹلہ گجرات
053-7575174
053-7575175

یونیک

فاسٹ

ٹریولز اینڈ ٹورز

(پرائیویٹ) لمیٹڈ

تمام ائیر لائینز کی ٹکٹیں سستے ترین ریٹ میں حاصل کریں

نزدیک ترین رہائش | بہترین سروس

عمرہ

گروپ کے ساتھ

کے بہترین پیکج

علماء کرام گروپ کے ساتھ فری عمرہ پیکج حاصل کریں

سعودی عرب | دبئی | ملائیشیا | تھائی لینڈ | سری لنکا | چائینہ | سنگا پور | قطر | فلپائن

ماسکو | عراق | ازبکستان | مسقط

کے ویزٹ ویزے معلومات

بھمبر روڈ کوٹلہ گجرات

053-7575174
053-7575175

چیف ایگزیکٹو

مولانا محمد ابوبکر

03004002993
03454002993

بولان کا خالص

سرکہ سیب

(ایکسٹرا کوالٹی)

- دل کے بند والوں کو کھولتا ہے۔
- کولیسٹرول کو کم کرتا ہے۔
- ہاضمہ کو درست رکھتا ہے۔
- موٹاپے کو کم کرنے کیلئے بہترین دوا ہے۔
- گلے کی خراش اور بلغم ختم کر کے جسم کو صحت مند اور خوبصورت بناتا ہے۔
- رنگت نکھارتا ہے۔

Regd # QA/F/31

BOLAN'S®

Bolan Fruit Products
P.O.Box 285 Quetta
email: bfpq_asif@yahoo.com

عیدالاضحیٰ کے موقع پر

قربانی کی کھالیں

مجلسِ احرارِ اسلام

کے شعبہ تبلیغ

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ

کو دیجیے

جملہ رقوم، عطیات، زکوٰۃ وعشر، صدقات
قیمت چرمِ قربانی بھیجنے کے لیے

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری
0278-37102053
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم ملتان	061 - 4511961 0301-7430486
مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار چناب نگر	047 - 6211523 0301-3138803
مدرسہ معمورہ دفتر احرار لاہور	042 - 35912644 0300-4240910
مولوی محمد طیب مدنی مسجد چنیوٹ	0321-7708157
دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی	040 - 5482253
عبدالرحمٰن جامی جلال پور پیروالا	0301-7576369
مدرسہ معمورہ، میراں پور (میلسی)	0308-7944357
مدرسہ ختم نبوت گڑھا موڑ (میلسی)	0300-7723991
مدرسہ ابوبکر صدیق، تلہ گنگ	0300-5780390
ڈاکٹر عبدالرؤف ڈاکٹر ریاض احمد جتوئی (مظفر گڑھ)	0301-7465899 0301-5641397
رانا محمد نعیم (حاصل پور)	0334-7102404
مدرسہ ختم نبوت، بورے والا (وہاڑی)	0300- 6993318
مدرسہ محمودیہ معمورہ، ناگڑیاں (گجرات)	0301-6221750
محمد اشرف علی احرار، فیصل آباد	0300- 7623619
محمد اصغر لغاری، میر ہزار خان (مظفر گڑھ)	0300-8955344
عبدالکریم قمر (کمالیہ)	0333-6377304
مولانا فقیر اللہ رحمانی، رحیم یار خان	0301-7660168
مولانا عبدالعزیز، مدنی مسجد بہاولپور	0333-6397740
شفیع الرحمٰن احرار (کراچی)	0311-2883383

الداعی الی الخیر

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان